جلد 15 شمارہ 5 مئی 2013ء جمادی الثانی/رجب 1434ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

اللّٰہ

محبت

صداقت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

# فلاحِ آدمیت

# سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض ومقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لا حاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیۂ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

# فلاحِ آدمیت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

نگران و سرپرست
محمد صدیق ڈار
توحیدی صاحب
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0300-6493335

مدیر: احمد رضا خان 0321-6400942

نائب مدیر: سید رحمت اللہ توحیدی 0333-4552212

معاون مدیر: خالد محمود توحیدی 0300-7374750




شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph:055-3862835/055-4005431
فیکس نمبر: +92-55-3736841 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com



پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ✿✿✿ سالانہ فنڈ -/300 روپے

## اس شمارے میں

# دِل کی بات

؎ افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملّت کے مقدر کا ستارہ (اقبالؒ)

کسی بھی قوم کے افراد اس کا اثاثہ ہوتے ہیں، وہی اسکی تقدیر بنانے اور بگاڑنے میں ذمہ دار ہوتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ کا یہ شعر آج کے سیاسی جلسوں میں پڑھا جا رہا ہے۔ سیاست کا دارومدار آج افراد کی گنتی پر موقوف ہے وہی اقتدار کے ایوانوں میں ہونگے جو سیاست کی اس گنتی میں سبقت لے جائیں گے۔ صوفیاء کرام بھی سیاست اور مُلکی نظم و نسق کو اپنے انداز سے دیکھتے ہیں۔

ماہ رواں پاکستان میں انتخابات کا وقت ہے۔ مملکت خداداد پاکستان کے معاملات کی باگ ڈور سنبھالنے کیلئے کئی افراد اور جماعتیں میدان میں ہیں۔ پورے ملک میں انتخابات کی سرگرمیاں ہی پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کی زینت ہیں۔ اعلیٰ سے اعلیٰ منشور عوام کے سامنے پیش کیے جا رہے ہیں۔ پاکستانی عوام اپنی امنگوں اور اُمیدوں کو از سرِ نو تازہ کر کے اپنے من پسند نمائندوں کو اقتدار کے ایوانوں میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس اقتدار کی دوڑ میں کہیں کہیں سرگرم حالات بھی مشاہدے میں آ رہے ہیں۔ عوام یہ سب شاید اس لئے کر رہے ہیں کہ ان پر مسلط ہو جانے والی حالات کی تلخیاں شاید کچھ کم ہوں۔ شاید ان کیلئے امن و سکون، خوشی، خوشحالی اور بہتر زندگی کی کوئی سبیل ہو سکے۔ یہی گمان کیا جا رہا ہے کہ ان کیلئے مسیحا انہیں لوگوں نے ثابت ہونا ہے۔ انتخابات کا طے شدہ وقت آنے پر عوامی نمائندے منتخب ہو کر ایوانوں میں آ جائیں گے۔ عوام کی اُمیدوں کو پورا کرنا کس قدر ممکن ہو گا یا ملکی و قومی مسائل کسی حد تک حل ہو سکیں گے۔

انتخابی عمل میں یہ بات تو خوش آئند ہے کہ افراد معاشرہ اپنے قُرب و جوار کے باسیوں کی خوشی اور غم میں شریک ہو جاتے ہیں ان کے روزمرّہ مسائل میں ہمدردانہ جذبات و احساسات

کا بھر پور اظہار کیا جاتا ہے۔ باہمی طور پر بھی لوگ اپنے تضادات کو بھلاتے ہوئے ایک دوسرے کے قریب آنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے قبلہ کو درست کریں اپنی اُمیدیں افراد سے وابستہ کرنے کی بجائے اس ذات اقدس کی طرف مبذول کریں جو ساری کائنات کا رازق مالک اور کارساز ہے۔ جو اقوام پر حکمران مسلط کرتا ہے۔ ان حکمرانوں کے ذریعے سے ہی عوام کی سرزنش کی جاتی ہے ہم اپنے اندرونی حالات کا جائزہ لیں اور ان کو بہتر بنانے کی کوشش میں لگے رہیں، اپنی اخلاقی بہتری کیلئے کوشاں رہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور دُعا گو بھی رہیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ تعبیر جس کے ہم سب خواہاں ہیں جلد از جلد پوری ہو جائے۔ ماضی میں کئی مرتبہ یہ ہو چکا ہے کہ دگرگوں حالات میں جب کہیں سے کوئی آسانی اور بہتری کی سبیل نظر نہ آتی تھی تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے خاص رحم وکرم سے وہ حکمران نصیب ہوئے جن کے قلوب میں عوام کا غم تھا، جو راتوں کو جاگتے اور اپنے محاسبہ میں رہتے اور اگلے دن عوام کی خدمت میں مصروف رہتے۔ جن کے معمولات حکمرانی عوام کیلئے اور خود حاکم اعلیٰ کی بندگی اور اسکی رضا کے پرخلوص طالب تھے۔ بزرگ حضرات بالخصوص شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب سیاسی منظر نامے پر ہونے والے اُتار چڑھاؤ کا تعلق تکوینی معاملات سے بتاتے ہیں۔ اگر یہ سب ایسا ہی ہے تو ہمارے کرنے کا کام اس پر اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنی اخلاقی بہتری کی کوشش کریں، اللہ تبارک وتعالیٰ کے قُرب کی خلوص سے جستجو کریں۔ ملت کے مقدر کا ستارہ خود روشن سے روشن تر ہوگا تو اقوام کی تقدیر از خود منور ہو جائیگی پھر ایسے لوگ خود بخود اقتدار کے ایوانوں میں آ جائیں گے جو حکمران سے زیادہ حاکم اعلیٰ کے عاجز بندے اور غلام ہونگے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ پاکستانی عوام اور اُمت مسلمہ کی دستگیری فرمائے (آمین)

والسلام

احمد رضا خاں (مدیر)

## درس قرآن　سیّد قطب شہیدؒ　(سورۃ المائدہ آیۃ -54)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (54)

ترجمہ :　"اے اہل ایمان! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے (تو پھر جائے) اللہ تعالیٰ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کردے گا جو اللہ کو محبوب ہونگے اور اللہ اُن کو محبوب ہوگا، جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہونگے، جو اللہ کی راہ میں جد وجہد کریں گے۔ کسی ملامت کرنے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے اللہ چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ وسعت والا اور بڑے علم والا ہے"۔

دین اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد وہی دین مقبول ہے جو آپ ﷺ لے کر آئے۔

اسلام کے آجانے کے بعد یہودیت اور نصرانیت دونوں اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں رہے۔ یہ سب آپس میں مختلف سہی لیکن یہ سب اسلام سے مختلف ہیں۔ ان میں اور اسلام میں واضح فرق ہے۔ مسلم معاشرہ میں رہنے والے اہل کتاب سے حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم ہے لیکن ان سے دوستی رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ دوستی تو اللہ، رسول کے لئے اور مسلمانوں کیلئے ہے۔ اہل کتاب مسلمانوں سے اس وقت تک راضی نہیں ہوسکتے جب تک وہ اسلام چھوڑ نہ دیں، اور غم وغصہ کا اظہار ان کی زبانوں سے بھی ہوتا رہتا ہے لیکن جو نفرت وعداوت وہ سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ بہت زیادہ ہے۔ جو مسلمان یہود ونصاریٰ سے دوستی کرتا ہے جو آپس میں مسلمانوں کے خلاف باہم متحد ہیں تو وہ حقیقت میں مسلمانوں کی جماعت سے کنارہ کش ہوکر اہل کفر اور اہل کتاب کی صف میں شامل ہوگیا۔ وہ اپنے اوپر بہت ظلم کرنے والا ہے اور اپنے دین پر اور مسلمانوں کی جماعت پر زیادتی کرنے والا ہے۔

اگر مسلمان غیر شعوری طور پر اہل کتاب سے دوستی کر کے مرتد ہو جاتے ہیں تو وہ دین کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔اس کے برعکس اللہ کے دین کی مدد کرنے والے ایسے محبوب اور پسندیدہ افراد موجود ہیں جو دین کی نصرت و حمایت میں بلا خوف و خطر سعی کریں گے اور جدو جہد کریں گے یہی جماعت غالب رہے گی ۔اللہ کریم اپنے دین کے عملی نفاذ کیلئے ایک ایسی جماعت کو اُٹھاتا ہے جو اللہ کی رضا کی حامل ہوتی ہے اور یہ جماعت دنیا میں اللہ کے اقتدار کو اور اس کے منہاج کو جاری کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے محبت ایک ایسی قیمتی شئے ہے جس کا ادراک وہی کر سکتا ہے جسے عرفان الٰہی حاصل ہو جس کے احساسات ،شعور اور وجود سب اس حقیقت کا ادراک رکھتے ہوں۔انسان جو اس وسیع کائنات میں ایک ذرہ حقیر اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے سامنے بالکل بے حقیقت ہے ۔وہ حیّ و قیوم اس فانی مخلوق سے محبت کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے محبت کی تو کوئی تعبیر ہی ممکن نہیں ہے البتہ بندوں کی اللہ سے محبت کی بعض عاشقان ربّ نے کیفیات بیان کی ہیں۔حضرت رابعہ بصریؒ کے اشعار اس سچی محبت کی عمدہ تصویر کشی کرتے ہیں۔

**ترجمہ** : " کاش! تیری رضا و محبت کی شیرینی حاصل ہو جائے ،خواہ ساری زندگی تلخ رہے اور اے کاش ! تو راضی ہو جائے خواہ ساری مخلوق ناراض رہے اور تیرا اور میرا تعلق آباد رہے خواہ ہر تعلق اُجڑ جائے۔اگر تیری محبت مل جائے تو ہر چیز سہل ہے کہ مٹی پر موجود ہر شئے مٹی ہی ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے بندوں سے اور بندوں کی محبت اللہ سے ساری کائنات میں جاری و ساری ہے۔اسلام نے بندے اور اللہ کے درمیان یہ تعلق استوار کیا ہے اور ایسا نہیں ہے کہ بندے پر زندگی میں یہ لمحات کبھی کبھار آ جاتے ہوں بلکہ یہ اصل حقیقت ہے جو مستقل عنصر کے طور پر باقی رہتی ہے۔

"یقیناً جو لوگ ایمان لائے عمل صالح کیے،عنقریب رحمٰن ان کے دلوں میں محبت پیدا فرما دیگا"(مریم-96)

"میرا ربّ رحیم ہے اور اپنی مخلوق سے محبت رکھتا ہے۔"(سورة هود- 90)

" "اور جو اہل ایمان ہیں وہ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں"(سورۃ البقرہ - 160)

مومن اس محبت، اس فضل اور تقرب کو محسوس کرتے ہوئے اس عظیم فریضہ کی تکمیل کیلئے تیار ہو جاتا ہے جو اس کے سپرد ہوا ہے اور اس عظیم کام میں محبت ہی کو اپنے لئے زادِراہ بناتا ہے۔

مومن آپس میں ایک دوسرے کیلئے پسندیدہ اور چاہنے والے اور چاہے جانے والے ہوتے ہیں ان میں باہمی سختی، تیزی اور غصہ اور ناراضگی کا نام ونشان نہیں ہوتا ،ان کے نفوس باہم جڑے ہوئے اور ان کے قلوب باہم مربوط ہوتے ہیں یہ سب اللہ کیلئے جمع ہوتے ہیں اور اللہ ان سے محبت کرتا ہے۔اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں اور رضائے الٰہی ان سب کو اپنے دامن رحمت میں لئے ہوئے ہوتی ہے۔

کفار پر سخت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک مومن آدمی اپنے ایمان کی پختگی، دینداری کے خلوص، اصول کی مضبوطی، سیرت کی طاقت اور ایمان کی فراست کی وجہ سے مخالفینِ اسلام کے مقابلے میں پتھر کی چٹان کے مانند ہو کہ کسی طرح اپنے مقام سے ہٹایا نہ جاسکے۔

اللہ کے محبوب بندے، اللہ کے منہاج کو دنیا میں قائم کرنے کیلئے جدوجہد کرتے ہیں تاکہ دنیا میں اللہ کا حکم نافذ اور اسکی شریعت قائم ہو اور نظام الٰہی کی خیر و برکتیں تمام انسانوں تک پہنچ سکیں۔وہ اس راستے کی جدوجہد میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے، جبکہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے۔لوگوں سے وہ ڈرے گا جس کے اقدار و پیمانے انسانوں سے ماخوذ ہونگے جو انسانوں سے مدد اور تعاون کا طالب ہوگا۔جدوجہد کے اس راستے پر چلنا بھی اس کی توفیق سے ہے۔اللہ تعالیٰ نے یہ فضل و کرم اپنی وسعت اور اپنے علم سے عطا فرمایا ہے، کس قدر وسیع ہے اس کی قدرت اور کتنا لامتناہی ہے اس کا علم۔

## درس حدیث پاکیزہ قلب

(ارم صبا۔ملتان)

**عن ابی عبداللہ النعمان بن بشیرؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الا اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلّہ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہ آلا وھِیَ الْقَلْبُ(رواہ البخاری و مسلم)**

" آگاہ رہو جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔جب وہ درست رہے تو تمام بدن درست رہتا ہے اور جب وہ خراب ہوجائے تو سارا جسم خراب ہوجاتا ہے،فرمایا کہ وہ گوشت کا ٹکڑا **دل** ہے۔"

ہمارے جسم میں خون کی گردش کو برقرار رکھنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے انسان میں دل ایک ایسی مشین رکھ دی ہے کہ اگر حرکت قلب جاری ہو تو انسان زندہ سمجھا جاتا ہے اور جب حرکت بند ہوجائے تو انسان مردہ کہلاتا ہے۔دوسری طرف اسلامی تعلیمات میں انسان کے باطن یعنی اس کے اندر کی حقیقت کا تعلق بھی دل ہی کے ساتھ وابستہ ہے۔

**دل کا روحانی پہلو:** ہر شے کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہوتا ہے ظاہر جسے جسم کہتے ہیں اور دوسرا باطن جسے روح یا دل کہتے ہیں۔ایک باطنی اعمال اور ایک ظاہری اعمال ہوتے ہیں۔اعمال کی ظاہری شکلیں باطنی کیفیت کا نتیجہ ہوتی ہیں۔انسان کا کوئی بھی عمل ہوچاہے اس کا تعلق ظاہر سے ہے یا باطن سے ان تمام قسم کے اعمال میں بنیادی حیثیت "دل" کو حاصل ہے کیونکہ تمام اعمال کی تحریک اور ترغیب دل دیتا ہے۔دل جسم کا حاکم ہے اسکا جسم پر اختیار ہے۔دل کی کوکھ سے ہی تمام افعال جنم لیتے ہیں۔دل کی اصلاح پورے جسم کی اصلاح ہے۔دل کے بگڑنے سے انسان کے اعمال بگڑتے ہیں۔ہمارے بدن کے اعضاء دل کی کیفیت کے مطابق کام کرتے ہیں۔آدمی کی فضیلت اس گوہر کی وجہ سے ہے جسے **دل** کہتے ہیں۔دل کی پیدائش کا اصل مقصد روحانیت ہے۔اللہ تعالیٰ کی توجہ کا مرکز بندے کا دل ہے۔اعمال کی درستگی اور بگاڑ کا دارومدار

دل کی کیفیت پر ہے۔اللہ ربّ العزت نے اپنے پیغام اور کلام کا مخاطب ہمیشہ دل کو بنایا ہے۔ تقویٰ و پرہیز گاری کا مقام ومحل اور سرچشمہ، جائے پیدائش اور جائے قرار بھی یہی دل ہے۔ دنیا میں ہر فعل اور عمل کا خالق بھی دل ہے اس لئے مشائخ کی محنت کا میدان دل ہوتا ہے۔اگر دل بن گیا تو انسان خود بخود بن جائے گا۔تمام تر جسمانی حرکات اس دل ہی کے مرہونِ منّت ہیں۔ اس دل پر اگر محنت نہ کی جائے تو یہ دل پھر دل نہیں رہتا بلکہ پتھر کی سِل بن جاتا ہے اور مسلسل غفلت اور لاپرواہی برتنے سے دل گناہوں کی غلاظت اور گندگی سے بھر جاتا ہے اور گناہ کرتے کرتے دل پر کیا گزرری کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔دل کی لغزش کا ادنیٰ درجہ قساوت اور غیر اللہ کی طرف میلان ہے اور اس کی لغزش کا آخری درجہ یہ ہے کہ اس پر کفر کی مُہر لگ جاتی ہے۔اگر دل گناہوں سے زنگ آلود ہے،اللہ کی نافرمانیوں میں اترا ہوا ہے تو وہ نیکی اور بدی میں پہچان نہیں کرسکتا۔ دل کی محنت پر سارے اعضاءِ بدن کی دُرستگی اور اصلاح کا دارومدار ہے اس لئے مشائخ پورے جسم کو چھیڑنے کی بجائے دل پر محنت کرتے ہیں۔بدنظری نہیں روکتے بلکہ دل سے شہوت ختم کرنے کا بندوبست کرتے ہیں۔مال کی طرف جانے کی بجائے مال کی محبت نکالنے کی فکر کرتے ہیں۔ جب دل سخت ہو جائے تو گناہ کا احساس بھی دل سے مٹ جاتا ہے۔امام غزالیؒ نے اپنی کتاب اربعین میں دل کی بیماریوں کو ایک جگہ جمع کیا اور پھر سب سے پہلے دل کی بیماری یہ بتائی کہ دل کو حرص و لالچ سے پاک رکھنا چاہیے کیونکہ حرص و لالچ دل میں آجائے تو پھر انسان کو دو چیزوں کی طلب بہت زیادہ ہو جاتی ہے ایک مال کی اور دوسرا مرتبہ، جسے حُبّ جاہ کا نام دیا۔جب یہ دو باتیں انسان کے دل کے اندر آجائیں تو پھر تکبر، ریاکاری، حسد، کینہ، عداوت جیسی آفتیں دل میں جمع ہو جائیں گی جو دین و دنیا تباہ کرنے والی ہیں اس لئے دل کو ان تمام بیماریوں سے پاک کرنا لازمی ہے۔ دل میں تکبر پیدا ہوا تو پھر دوسروں کے بارے میں دل میں حقارت آجائے گی اور اسی وقت انسان اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ شخص بن جاتا ہے، دل میں ریاکاری، دکھلاوا آگیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے چھوٹا شرک قرار دیا۔حسد پیدا ہوا تو فرمایا کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے

جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔لہذا جب دل سے ان تمام بیماریوں کو صاف کرلیا جائے تو اس کے ساتھ ان خوبیوں سے دل کو آراستہ اور منور کیا جائے جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے دی چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا جب انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ داغ پڑ جاتا ہے پھر جب وہ توبہ کرتا ہے تو داغ دھل کر دل صاف ہوجاتا ہے اور اگر گناہ کرتا رہے تو بہ نہ کرے تو دل پر داغ پڑتے پڑتے سیاہ ہوجاتا ہے۔اگر انسان کا دل اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے میلا ہوجائے تو اسے بار بار صاف کرلیا جائے ورنہ یہ دل اس قدر میلا ہوگیا تو پورے انسانی نظام کی خرابی کا سبب بن جائیگا۔توبہ کی توفیق تب ہی ہوتی ہے جب دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر موجود ہو۔پھر اس دل کے اندر صبر کی دولت ہو جس سے وہ دل پر آنے والی مصیبتوں کو بخوشی جھیل سکے اور جب نعمتوں سے زندگی آرام سے گزرنے لگے تو انسان دل کے اندر شکر جیسی نعمت پیدا کرے۔جب بھلائی کرنے لگے تو دل کے اندر خلوص کو خوب اچھی طرح سنبھال کر رکھے، کہیں ریاکاری نہ آجائے، کہیں حقارت اور دل آزاری نہ ہو اور جتنی نعمتیں ملیں ان پر قناعت کرے۔مزید نعمتوں کیلئے اللہ پر توکل رکھتے ہوئے دن رات کوشش و محنت میں لگا رہے، لیکن دل میں دنیا کی محبت اور حرص جگہ نہ بنا سکیں۔اسلام دنیا سے دور رہنے کی تعلیم نہیں دیتا اور نہ دنیا چھوڑ چھاڑ کر جنگلوں میں نکلنے کی تعلیم دیتا ہے۔امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ دنیا اور انسان کا تعلق اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ کشتی اور پانی کا تعلق، کشتی بغیر پانی کے بالکل بے کار ہے اس کی صلاحیت پانی کے بغیر ظاہر نہیں ہوسکتی۔اسی طرح انسان کی صلاحیتیں بھی بغیر دنیا کے بیکار ہیں البتہ ایک احتیاط کی ضرورت ہے کہ وہ پانی کشتی کے اندر نہ داخل ہونے پائے۔اگر وہ پانی کشتی کے اندر داخل ہوگیا تو یہ کشتی ڈوب جائے گی۔فرمایا کہ اسی طرح انسان دنیا اور اسکی چیزوں سے فائدہ اُٹھاتا رہے لیکن اس دنیا کو اپنے دل کے اندر نہ آنے دے اگر یہ دل کے اندر آگئیں تو پھر فلاح و کامرانی کی منزل تک پہنچنا انسان کیلئے بہت مشکل ہوجائیگا۔

## مختصر سالانہ خطبہ (قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی)

برادران کرام!

آپ سب بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی روشن کی ہوئی شمع توحید سے اقتباسِ نور کرنے والے مبارک لوگ ہیں ۔اگر چہ آپ سب ان کی تعلیم سے اچھی طرح آگاہ ہیں پھر بھی جو باتیں زیادہ اہم ہوتی ہیں ان کا بار بار تذکرہ کرنا ضروری ہوتا ہے تا کہ تعلیم کی بنیادی باتیں ذہنوں میں تازہ رہیں اور عمل میں سستی واقع نہ ہو۔کیونکہ آپ نے جس راہ کا رضا کارانہ انتخاب کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے قرب و دیدار کے طالبین اور مقربینِ بارگاہ کا طریقہ ہے اور اس میں بےعملی تو درکنار سستی اور کاہلی کی بھی گنجائش نہیں ہے۔

بانی سلسلہؒ ایک حساس دل رکھنے والے بیدار مغز صوفی اور مرد کامل تھے۔انہوں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ امت مسلمہ کے زوال کے اسباب کا کھوج لگانے میں صرف کیا اس کے ساتھ ساتھ ان تنظیموں کا بھی مطالعہ کیا جو امت کے دوبارہ عروج کیلئے قائم ہوئیں ۔آپ سب بھائی اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ آخر کار آپؒ نے صوفیاءکرام کے روحانی طریقہ اصلاح کا انتخاب کیا آپ نے اگر چہ نقشبندیہ، چشتیہ اور اویسی بزرگوں سے فیض حاصل کیا لیکن آپ نے تصوف میں موجود خرابیوں کو دور کر کے اس کی تعلیم کو زمانہ حاضر کے تقاضوں کے مطابق بنا کر ایک نئے سلسلہ کی بنیاد ڈالی ۔جس کی تعلیم قرآن وسنت کے عین مطابق ،فرقہ واریت ،قبر پرستی اور شخصیت پرستی سے پاک ہے ۔سلسلہ توحیدیہ کے اذکار اور اشغال مختصر اور سہل العمل ہونے کے باوجود اتنے موثر ہیں کہ سالک چند ہفتوں ہی میں اپنے اندر واضح تبدیلی محسوس کر کے اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگنا شروع ہو جاتا ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ساتھ اس کی مخلوق کی محبت اور خدمت کی راہ اختیار کر لیتا ہے جو کہ حقیقی فلاح کا راستہ اور تصوف کا مقصود اعظم ہے ۔بانی سلسلہ رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف راہ حق کے طالبان کو حریم کبریاء سے آشنا کرایا بلکہ امت مسلمہ کو وہ لائحہ عمل بھی دیا

جس پر چلتے ہوئے وہ اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرسکتی ہے۔آپ ؒ نے اسلامی تصوف کو کرامات کے افسانوں سے نکال کر اللہ تعالیٰ کے قرب و دیدار اور اعلیٰ اخلاق و کردار کے حصول کا ذریعہ بنا دیا۔

بانی سلسلہؒ نے اپنے ساتویں خطبے میں یہ بات علی الاعلان فرمائی "آج تک آپ کو جو کچھ بتایا جا چکا ہے وہ سب قرآن اور احادیث رسول کریم ﷺ سے ہے میری اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں ہے۔اگر آپ کا ایمان کامل ہے تو آپ ان باتوں کو افسانہ یا کہانی نہ سمجھیں گے بلکہ ایک ٹھوس حقیقت جان کر ان پر عمل کریں گے بشرطیکہ آپ اپنی بہبود اور بہتری کے دل سے طالب ہوں اور دین و دنیا کی نعمتوں سے اپنی جھولیاں بھرنا چاہتے ہوں۔اگر آپ ان پر ایمان کامل رکھتے ہوئے بھی عمل نہ کریں تو پھر آپ سے زیادہ بدقسمت اور کون ہو سکتا ہے۔"(چراغ راہ صفحہ 156)

"میں جس راستہ پر آپ کو چلانا چاہتا ہوں وہ بالکل ہمارے سرکار ابد قرار احمد مختار ﷺ کے نقش قدم پر جاتا ہے۔جو کچھ میں کہتا ہوں اس کو رسول ﷺ کے اسوہ حسنہ سے ملا لو۔اگر میں کہیں غلطی پر ہوں تو مجھے آگاہ کر دو۔میں اپنے طریقے میں بڑی خوشی سے ترمیم کرلونگا۔جو لوگ اس راستہ پر چلنا نہیں چاہتے ان کو چاہیے کہ حلقہ سے الگ ہو جائیں اور کسی ایسے سلسلہ میں شریک ہو جائیں جو ان کی خواہش اور مرضی کے مطابق ہو" (چراغ راہ صفحہ 53)

برادران کرام! جن لوگوں نے سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم کا مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ رواجی پیری مریدی کا نظام نہیں ہے بلکہ امت کی نشاط ثانیہ کے لئے روحانی اصلاحی تحریک ہے جس کا مقصود مخصوص انداز فکر رکھنے والے باکردار صوفیوں کی جماعت تیار کرنا ہے جو قلبی و روحانی قوت کے ذریعے دوسرے بھائیوں کی بھی اصلاح کر سکیں۔

سلسلہ توحیدیہ کے طریقہ پر سلوک طے کرنے والوں کا ہدف کشف و کرامات، سلب امراض، اور تعویذ گنڈوں سے علاج ہرگز نہیں ہے بلکہ ہمارا مقصود قرآن و سنت کی تعلیم کے مطابق

نماز، کثرت ذکر اور تزکیہ اخلاق کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے قرب اور دیدار کا حصول ہے۔ تعویذ گنڈے کرنا بزرگوں کا نہیں بلکہ عاملوں کا کام ہے۔ بزرگ صرف دعا کرتے ہیں۔

ہمارے سلسلے میں اندھا دھند بیعت نہیں کیا جاتا۔ بانی سلسلہؒ کی ہدایات کے مطابق ہر نئے آدمی کو پہلے طالب بنایا جاتا ہے۔ یعنی اس کو سلسلے کے ذکر اذکار، تزکیہ اخلاق کے قاعدے اور دوسرے آداب سمجھا دیئے جائیں اور اس سے کہہ دیا جائے ان تمام باتوں پر عمل کر کے دکھاؤ۔ جب تم میں روحانیت کے آثار پیدا ہو جائیں گے تو تم کو بیعت کرلیا جائے گا۔ طالب کو طالب بننے سے پہلے یہ بھی بتا دو کہ فقیری آسان کام نہیں ہے۔ اس میں آزمائشیں ضرور پڑتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے طالبوں کو بھوک، خوف، جان و مال، کھیتی باڑی میں کمی اور عزت و صحت پر ہر طرح سے آزماتا ہے۔ منزل مقصود پر وہی لوگ پہنچتے ہیں جو ثابت قدم رہ کر برابر اللہ اللہ کرتے رہیں۔ اگر تم یہ مصائب برداشت کر سکتے ہو تو طالب بنو ورنہ خواہ مخواہ پریشان ہونے سے کیا فائدہ۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ تاریخ تصوف میں پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے فقیری کا مکمل سلیبس "طریقت توحیدیہ" کے عنوان سے تحریر کر دیا۔ اور اس کتابچہ کے شروع میں ایک نوٹ تحریر فرمایا: "جو لوگ سلسلہ توحیدیہ میں شامل ہونا چاہیں ان کو شامل ہونے سے پہلے یہ کتاب پڑھنی چاہیے۔ اس کے بعد اگر وہ دیکھیں کہ ان تمام باتوں پر عمل کر سکتے ہیں جو اس کتاب میں لکھی ہیں تو شامل ہو جائیں ورنہ نہیں"

اسی کتاب کے صفحہ 58 پر تحریر فرمایا کہ "ہر طالب کو اچھی طرح سمجھا دیا جائے کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ مرید ہونے کے بعد تمہاری دنیوی مشکلات دور ہو جائیں گی تو سلسلہ میں ہرگز شامل نہ ہوں۔ ہاں اگر خلوص کے ساتھ تم اللہ تعالیٰ کی تلاش میں ہو تو بے شک طالب بن جاؤ"

اسی کتاب کے صفحہ 26 پر تحریر فرمایا۔ "خوب یاد رکھو کہ فقیری بچوں کا کھیل نہیں بلکہ دنیا کی سب سے مشکل اور کٹھن چیز ہے اور بڑی محنت و مشقت اور جان جوکھوں سے ہاتھ آتی ہے یہ منہ کا تر نوالہ نہیں کہ آج اللہ اللہ شروع کی اور ماہ دو ماہ بعد لگے شکایت کرنے کہ ابھی تک ہم کو

اللہ تعالیٰ کے حسن لازوال کی جھلک بھی نظر نہیں آئی "۔بانی سلسلہؒ نے تصوف یعنی سلوک و معرفت کی افادیت کے متعلق اپنے خیال کا اظہار یوں فرمایا:

"اس میں شک نہیں کہ حکمت اشرف اور افضل ترین علم ہے۔اس سے حقیقت الاشیاء معلوم ہو جاتی ہے۔بڑے بڑے اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔عقل سلیم اور فراست کاملہ پیدا ہوتی ہے روحیں نظر آنے لگتی ہیں۔رسول اکرم ﷺ اور دوسرے انبیائے عظام کی زیارت میسر آتی ہے۔عالم مثال کی سیر اور انوار و تجلیات کا نظارہ ہوتا ہے۔کشف و کرامات کی طاقت حاصل ہو جاتی ہے مادہ پر تصرف حاصل ہو جاتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود حضرت احدیت کی معرفت اور حضوری سے انسان مشرف ہوتا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ سب کچھ مل جانے کے باوجود بھی اگر کوئی عارف دین و دنیا میں امت محمدیہ کی اجتماعی ترقی اور کامیابی کیلئے کچھ نہ کرے تو وہ اپنی ذات کے لئے سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ملت اسلامیہ کے لئے بیکار ہے۔ملت کو آج ایسے بزرگوں کی ہرگز ضرورت نہیں جو تعویذ گنڈوں اور دم درود سے کچھ مریضوں کو تندرست کردیں یا چند غریب ان کی دعا سے امیر کبیر بن جائیں یا کچھ لوگ مقدمے جیت جائیں یا چند بے اولادوں کے اولاد پیدا ہو جائے۔آج کل تو ضرورت ایسے اولیاء کی ہے جو فاسق و فاجر مسلمانوں کو سچا مسلمان اور سچے مسلمانوں کو پکا مومن اور موحد بنا سکیں۔جو اپنی تعلیم و تجربہ سے مسلمانوں میں ایسی فراست و بصیرت پیدا کر سکیں کہ وہ اپنے تمام تفرقے اور اختلافات مٹا کر ایک جان اور ایک قالب کی طرح مربوط و متحد ہو جائیں۔حق و باطل میں تمیز کر سکیں۔سستی اور کاہلی چھوڑ کر کام کرنا اور کام کرتے رہنا سیکھیں۔اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی سچی محبت کا جنون ان کے لئے سرمایہ دانش ہو۔وہ بقائے ملت کیلئے جان و مال قربان کرنا اپنی زندگی کا مقصد جانیں اور ہر طرف سے اپنا منہ موڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف کرلیں"۔(تعمیر ملت صفحہ 141)

برادران سلسلہ! میں نے بانی سلسلہؒ کے فرمودات کے ذریعے ہی ان کی تعلیم پر روشنی ڈالی ہے۔آپ کی ساری تصانیف میں یہی رنگ جھلکتا نظر آتا ہے۔ان واضح ہدایات کے

باوجود ہمارے کئی ایک بھائی روایتی تعویذ گنڈوں والی فقیری، جنات کی تسخیر اور کیمیاگری کے جنون میں مبتلا اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ان سے اور آپ سب سے التماس ہے کہ زندگی کی مہلت اور سلسلہ کی تعلیم کی قدر کریں اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی جو راہ اپنائی ہے اس پر مردانہ وار عمل کریں طریقت توحیدیہ اور تعمیر ملت میں دی گئی ہدایات کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھالیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے مقربین میں شامل ہو سکیں۔آیئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔یا اللہ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلا۔اپنا قرب اور دیدار عطاء فرما۔اسلام کے مطابق زندگی اور ایمان پر موت نصیب فرما۔پاکستان کو عالم اسلام کی قیادت کا اہل بنا دے۔

## عالمگیر محبت اور صداقت

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

محبت کا جذبہ ہی تخلیق عالم کا اصل سبب ہے۔دنیا کی تمام خوبیاں، زلتیں، رونق، زیبائش و آرائش محبت ہی کی وجہ سے ہے۔ہر نوع کی مادہ جو اپنے بچوں کی پرورش کرتی ہے محبت ہی کے جذبہ سے کرتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت خالصتاً محبت ہی ہے،عورت اسی شان ربوبیت کا مثالی مظہر ہے،خالق اپنی مخلوق سے جتنی محبت کرتا ہے کوئی ماں اپنے بچوں سے بھی اتنی محبت نہیں کرتی۔اسلئے سالک کو چاہئے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت کرے۔یہ ایک تعمیری جذبہ ہے اور دنیا کی فلاح و بہبود اور تہذیب کی ترقی اسی جذبہ پر منحصر ہے۔محبت پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کی صرف خوبیوں کو دیکھو ان کی برائیوں کو نہ دیکھو۔یاد رکھو کہ انسان کمزوری اور خطا کا مرکب ہے،ہر شخص غلطیاں کرتا ہے،تم خود معصوم نہیں ہو،اس لئے دوسروں کی غلطیوں اور خطاؤں پر ان کے ساتھ درشتی نہ کرو بلکہ عفو و کرم سے پیش آؤ اور یقین رکھو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ عفو کرم سے پیش آؤ گے تو اللہ تعالیٰ بھی تمہارے ساتھ عفو و کرم سے ہی پیش آئے گا۔محبت پیدا کرنے کی دوسری ترکیب یہ ہے کہ دل کو غصہ اور نفرت کے جذبات سے پاک رکھو اور لوگوں پر احسان کیا کرو اور جو کوئی تم پر احسان کرے تم اس کو خوشی سے قبول کرو اور اس کا شکریہ ادا کرو اور احسان کا بدلہ احسان دو۔

# قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب کا خط بنام محمد سلیم

مورخہ 17-11-2001

**استقامت اور شوق راہ سلوک کی بنیاد ہیں**

آپ کی کیفیات اللہ کے فضل سے بہت بہتر ہوگئی ہیں آپ الحمداللہ پر عزم اور محنتی آدمی ہیں اور سارے کام ہمت سے کرتے ہیں آپ جس استقامت اور شوق کے ساتھ سلسلہ کی تعلیم پر عمل کر رہے ہیں اسے دیکھتے ہوئے میں اللہ کے بھروسہ پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ اپنی منزل ضرور پالیں گے روزانہ ذکر پابندی سے ہونا چاہیے ٹائم کا تھوڑا آگے پیچھے ہوجانا اتنا اہم نہیں ہے۔

میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں اور آپ پر خصوصی توجہ کرتا ہوں تا کہ محبت کا جو پوشیدہ خزانہ آپ کے اندر ہے وہ باہر آجائے مزاج کو بدلنے میں تو بہت وقت لگتا ہے لیکن اللہ کا ذکر کرنے والے اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر یہ مرحلہ جلد طے کر لیتے ہیں اللہ کے فضل سے آپ میں بھی کافی تبدیلی آئی ہے انشا اللہ باقی مرحلہ بھی بخیر و خوبی طے ہوجائے گا۔

**اللہ سے محبت** مورخہ 31-08-2002

اللہ تعالیٰ نے نفس کی دلچسپی کیلئے ہزارہا سامان یہاں پیدا فرمادیئے اور پھر تقاضا یہ ہے کہ سب سے زیادہ محبت ہم سے کرو بس یہی دین کا اصل راز ہے اسی امر کی بار بار یاددہانی ہی تبلیغ ہے کہ اللہ سے محبت کرو اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دو اللہ کی رحمت سے سلسلہ کے بھائی حتی الامکان یہ فریضہ دعوت انجام دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں مزید ظاہری باطنی ذرائع نصیب فرمائے اور ہماری کوشش کو اپنے فضل سے بارآور فرمائے (آمین) میں آپ کی ترقی پر مطمئن ہوں اور حلقہ جڑانوالہ کے بھائیوں سے بھی خوش ہوں کہ وہ ٹھیک کام کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ سب کو دارین سے نوازے آمین۔

# اللہ سے محبت ایمان کا حصہ ہے

(خالد محمود توحیدی)

محبت کا جوہر انسان کے اندر موجود ہے جو ایک عظیم قوت ہے۔ جس چیز سے محبت ہو جاتی ہے اسکی یاد بہت ستاتی ہے۔ جس کا لاوہ محبت جس قدر دوسروں سے کٹ کر اپنے محبوب کی طرف بہہ نکلتا ہے۔ اسی قدر وہ اپنے محبوب کی محبت میں ڈوبتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ جب محبت زیادہ شدت اختیار کر لیتی ہے تو انسان خود بھی محبوب کی خوشنودی میں گم ہو جاتا ہے اور اسکی اپنی کوئی مرضی نہیں رہتی۔ اس محبت کا مستحق صرف خالق حقیقی ہو سکتا ہے۔ اس میں ہی انسان کی فلاح ونجات ہے اور اس کے برعکس دنیا اور دنیا کی چیزوں، خواہ وہ مال ومتاع ہو یا جاہ ومنصب یا کوئی انسان، ان کی محبت سراسر پریشانی وسرگردانی اور بے چینی ہے۔

اللہ کی محبت کا جوہر قلب انسانی میں نشوونما پاتا ہے بندہ مومن جس قدر اللہ سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اسی قدر بندے کو اپنی رحمت کی آغوش میں لے لیتے ہیں۔ جب اللہ کے ساتھ شدید محبت قائم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی یاد خود بخود حاصل ہو جاتی ہے۔ یہی یاد حق ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت، اس کے ذکر سے محبت ہے۔

**ذکر الٰہی** بندے اور اس کے رب کے درمیان تعلق قائم رکھنے اور اللہ کی محبت حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ "ذکر یا یاد" عام طور پر اس ہستی کو کیا جاتا ہے جو نگاہوں کے سامنے نہ ہو چونکہ انسان کا اللہ تعالیٰ سے مادی تعلق ممکن نہیں بلکہ روحانی نوعیت کا ہے۔ عہد الست کی یاد انسان کی فطرت میں پیوست ہے جس میں اللہ نے تمام انسانوں سے اپنے رب ہونے کا اقرار کروایا تھا، اسی ربوبیت کو یاد کرتے رہنے کیلئے اور اللہ کی بندگی کا اقرار کرنے کیلئے اللہ کو یاد کرتے رہنا لازمی ہے۔ تخلیق انسانی کا اصل مقصد ہی اللہ کی معرفت ورضا حاصل کرنا ہے۔ زندگی تو اللہ کی یاد سے عبارت ہے۔ خیال کی طاقت سے سانسوں کے ذریعے قلب کو ذاکر بنایا جاتا ہے

ذکر جاگزین کیا جاتا ہے دل میں اللہ کی یاد ایسی جم جائے کہ ایک لمحہ کیلئے بھی دل سے نہ نکلے۔ سانس کے ذریعے ہر لمحہ دل سے اللہ۔اللہ کرنے کو پاس انفاس، دل کا ذکر، اسمِ اعظم کا ذکر اور دھیان کا ذکر کہتے ہیں۔ذکر سے قوت اور روحانی ترقی حاصل ہوتی ہے ہمیں وصل الی اللہ جو سالک کی منزل ہے اور قرب و لقاء حق کے لئے اس ذکر کی حاجت ہے۔جب اللہ اپنے کسی بندے کو دوست بنانا چاہتا ہے تو وہ اس کے لئے اپنے ذکر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

**ذکر کیونکر کیا جائے:** عام طور پر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے فضائل بتانے پر زور دیا جاتا ہے، لیکن ذکر الٰہی نہ کرنے کے جو نقصان ہوتے ہیں اُن پر کم ہی بات ہوتی ہے۔ایک عام مسلمان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ چکی ہے کہ اللہ کا ذکر کرنا صرف نیکیاں کمانے کا ذریعہ ہے، لیکن یہ ذکرِ الٰہی کا نامکمل تصور ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا ذکر نہ کرنا گناہوں کی طرف راغب ہونے کی پہلی سیڑھی ہے اور دنیا و آخرت دونوں میں نقصان کا باعث ہے۔نیک اعمال کی طرف راغب ہونے اور نیک اعمال پر قائم رہنے کیلئے کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا انتہائی ضروری ہے۔ذکر اس نیت سے کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت دِل میں پیدا ہو۔محبت کا بنیادی اور اوّلین تقاضہ ہے کہ محبوب کا ذکر کثرت سے کیا جائے۔ضعف ایمان کے علاج میں انتہائی اہمیت کا حامل طریقہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے۔ذکر کو شیطان سے حفاظت کیلئے قلعہ قرار دیا گیا ہے یہ شیطان کو بھگانے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کا بہترین طریقہ ہے دلوں کی صفائی کرتا اور اعمال صالحہ کی روح ہے۔ذکر سے اللہ کی معرفت کے دروازے کھلتے ہیں۔دلوں کی سختی کو اللہ کا ذکر پگھلا دیتا ہے جبکہ غفلت سے قلوب سخت ہوتے ہیں۔

**اللہ کا ذکر روحانی غذا:** ذکر اللہ محض ایک فریضہ نہیں بلکہ فطرت انسانی کا خاصہ ہے۔انسانی زندگی میں سانس کی جو اہمیت ہے بالکل اسی طرح روح کی بقاء کیلئے اللہ کے ذکر کو بھی وہی اہمیت حاصل ہے۔انسان کے مادی جسم کو زندہ رہنے کیلئے غذا ضروری ہے۔روح کی غذا

اللہ ربّ العزت نے اپنی یاد کو بنایا ہے، اللہ کو یاد کرنا، اللہ کا ذکر کرنا، یہ باطنی زندگی کی غذا ہے۔ (وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلاً (الدھر:۲۵)"اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر صبح شام کیجئے"۔اللہ کا ذکر کر کے کچھ صبح اور کچھ شام کی توانائی حاصل کر لی جائے صبح والی توانائی شام تک کافی رہے گی اور شام والی صبح تک کافی رہے گی۔بعض اوقات ذکر اور اعمال صالحہ میں استقامت حاصل نہیں ہوتی، حالانکہ اللہ والوں کی مجلس میں شریک ہوتے ہیں بڑا انشراح صدر ہوتا ہے تہیہ کرتے ہیں فرمانبرداری والی زندگی گزاریں گے ذکر میں باقاعدگی کریں گے لیکن جیسے باہر کی زندگی میں پہنچتے ہیں تو سارے جذبات ماند پڑ جاتے ہیں ہمتیں پست اور ارادے کمزور پڑ جاتے ہیں اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم نے باطنی زندگی کی غذا حاصل نہیں کی یعنی اللہ کا ذکر متواتر نہیں کیا جس کی وجہ سے ہمارے اندر کی دفاعی طاقت بالکل کمزور ہے۔

ذکر انمول دولت ہے اس کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے **فاذکرونی اذکرکم** "پس تم میرا ذکر کرو، میں تمہیں یاد رکھوں گا"۔اگر ذکر کی یہی ایک فضیلت ہوتی تو بھی ذکر کی اہمیت کیلئے کسی فضیلت کی ضرورت نہیں تھی۔اللہ کا ذکر کیفیت کے ساتھ کریں یعنی اللہ کی عظمت کو پیش نظر رکھیں کہ وہ عظیم ہستی جس کا ذکر کر رہے ہیں وہ ہمارے دلوں کی آہوں کو بھی جانتا ہے۔ ذکر دل میں ایسا بیٹھے گا کہ بھری محفل میں بھی آپ کا دل اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوگا۔جیسے گاؤں میں عورتیں پانی کے بھرے ہوئے تین تین مٹکوں کو سروں پر رکھ کر ناہموار راستوں پر چلتے ہوئے باتیں کرتے ہوئے ہنسی مذاق کرتے ہوئے احتیاط سے بحفاظت گھروں میں پہنچاتی ہیں بس ایک دھیان گاگر کے بیچ ہوتا ہے۔یہ دھیان ایک لمحہ کیلئے بھی نہیں چھوٹتا ورنہ مٹکے گر جائیں اسی طرح ذکر دل میں پیوست ہو جائے ہر حال میں یہ خیال موجود رہے کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔میرا اللہ میرے ساتھ ہے۔

# ذکر کی خاصیتیں اور اثرات

آج ہم ذکر کے ماحول سے نا آشنا ہیں۔ذکر کی حلاوت کیا ہوتی ہے؟۔اس کے اثرات کیا ہیں؟واضح ہو کہ ذکر کے فوری اثرات ظاہر ہوتے ہیں،نماز میں دل کا لگنا،غصہ چھوڑ دینا۔اللہ تعالیٰ کا ذکر دل کو روشن اور اللہ تعالیٰ کی طرف مائل کر دیتا ہے۔بندے کے دل کو بری عادتوں اور برے جذبات سے پاک کر دیتا ہے۔ذکر کے نور سے ذاکر کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ لگن اور تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ذکر کی قوت،ذاکر کو ہر وقت اعمال صالحہ اور اللہ کے قرب و رضا کے حصول میں سرگرم رکھتی ہے۔نیکی کی پوشیدہ صلاحتیں نشو ونما پاتی ہیں۔

ذکر سے اللہ کی محبت بڑھتی ہے۔ذاکر کا دل محبت سے لبریز ہوتا ہے وہ دنیا میں محبتیں تقسیم کرتا پھرتا ہے۔اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط تر ہوتا ہے۔بندہ مومن گناہوں کی زندگی کو اپنا اوڑھنا بچھونا نہیں بناتا بلکہ بے اختیار اللہ کو یاد کرتا ہے پھر اسکی طرف رجوع کرتا ہے اور اسکے خوف سے اسی کی رحمت کے دامن میں خود کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔اللہ کے ذکر سے دل نرم ہوتا ہے،خشیت بڑھتی ہے قلب سلیم وعقل سلیم پیدا ہوتا ہے۔ذکر سے روحانی امراض کیساتھ ساتھ جسمانی امراض سے بھی نجات ملتی ہے۔نیکیوں کی طرف رغبت ہوتی ہے۔اللہ کا ذکر جتنا زیادہ ہوگا اتنی ہی صفات کا ادراک ہوگا جس سے اللہ پر یقین اور ایمان میں اضافہ ہوگا۔اللہ کا ذکر انسان کو آخرت کی جوابدہی کا احساس دلاتا ہے۔حضورﷺ کی اطاعت کا جنون پیدا ہوتا ہے۔ تہہ دل سے مخلوق کی خدمت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔دنیا سے محبت و رغبت کم ہو جاتی ہے۔جس کا دل اور زبان اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جائیں اللہ تعالیٰ اس کے دل میں اپنا شوق،اپنی محبت پیدا کر دیتے ہیں یعنی اس کے دل میں اپنی محبت کا نور ڈال دیتے ہیں (حضرت ذوالنون) جو ذکر ذاکر کو احکام الٰہی کا پابند اور ظلم و زیادتی اور بے حیائی کے کاموں سے نہ روکے تو اس کو ذکر کی حقیقت حاصل نہیں ہوئی اور اب تک اس کا ذکر،ذکر نہیں بلکہ صرف ورد ہے۔

**ذکر اطمینان قلب کا ذریعہ** : اللہ کے ذکر سے انسان کو حقیقی اطمینان وسکون حاصل ہوتا ہے جو ایسا حوصلہ وعزم پیدا کرتا ہے جو اللہ کے سوا ہر خوف اور طمع سے بے پرواہ کر دیتا ہے۔ یہی حقیقی جوہر ہے جو ایمان اور اللہ کی یاد سے حاصل ہوتا ہے۔ ذکر شروع کرتے ہی اطمینان کا درجہ کامل ہوجائیگا بلکہ ذکر سبب ہے اطمینان کا تو جتنا ذکر بڑھے گا اتنا ہی اطمینان کا درجہ بڑھے گا۔ جب ذکر کامل ہوجائیگا اطمینان بھی کامل ہوجائے گا۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں ذکر نفی اثبات اور ذکر پاس انفاس کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

**1-پاس انفاس**: ہر سانس اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور ہر سانس کا شکر واجب ہے جو ذکر کی صورت میں ادا کرنا چاہیے اس سانس کو قیمتی بنانے کیلئے اس میں اللہ کا ذکر رچایا بسایا جائے پاس انفاس (سانسوں کا خیال رکھنا) یعنی ہر سانس جو اندر آئے یا باہر نکلے اس کے ساتھ لفظ اللہ دل میں کہا جائے آواز نکالے بغیر مگر بے خیالی اور بے پرواہی سے نہیں بلکہ جب بھی دل اللہ کہے تو محبت کے ساتھ اللہ کا خیال بھی دل میں آئے۔ جب آپ کوئی دماغی کام نہ کر رہے ہوں تو ہر سانس سے اللہ اللہ کرتے رہیں اور اللہ کی یاد سے غفلت نہ برتیں۔ ساری توجہ دل کی طرف اور دل کی توجہ اللہ کی طرف لگائیں۔ ﴿وَاذکُرِ اسمَ رَبِّکَ وَ تَبَتَّل اِلَیہِ تَبتِیلا﴾ "اور اپنے ربّ کے نام کا ذکر کر سب سے کٹ کر اور اسی کی طرف ہو جاؤ۔ انسان کو ہر سانس پر ہوشیار و بیدار رہنا چاہیے بغیر پاس انفاس کی مدد کے انسان کا دل کدورتوں ظلمتوں سے ہرگز صاف نہیں رہ سکتا۔

**2- لا اِلٰہَ اِلاّ اللہ** کے ذکر کو نفی اثبات کا ذکر اس لئے کہتے ہیں کہ لا الٰہ کہتے وقت دماغ کو ہر اچھے برے خیال اور وسوسہ سے بالکل خالی کرلیا جاتا ہے اللہ کہتے وقت صرف اللہ کا خیال دل میں جاگزین رکھا جاتا ہے تاکہ اپنا اور غیر اللہ کا خیال جاتا رہے یعنی تمام موجودات کی نفی ہو۔ لا ماسویٰ کی نفی ہے اِلاّ اللہ میں بقا کی صفت ہے جو خیالات کے ارتکاز کا نام ہے۔ <u>لا الٰہ دل و جان سے کہو تاکہ بدن سے روح کی خوشبو آئے</u>۔ یہ ذکر تطہیر قلب و نفس اور روح کی صفائی کے لئے موثر ہے۔

# قرآن اور ہماری زندگی

(پیر خان توحیدی)

اللہ تعالیٰ نے انسانی ہدایت کے لئے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام مبعوث فرمائے ۔ان انبیاء کرام کو مختلف کتابیں اور صحیفے بھی عطا فرمائے ۔ہمارے آقا و مولا امام الانبیاء تاجدار کائنات ﷺ کو خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا ۔اور آپ ﷺ کو جو کتاب عطا فرمائی وہ قرآن مجید فرقان حمید ہے جس طرح آپ ﷺ آخری رسول ہیں اسی طرح ان پر اتری ہوئی کتاب بھی آخری کتاب ہے اس کے بعد قیامت تک نہ تو کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی کوئی آسمانی کتاب اُترے گی ۔یہ کتاب ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے اعلیٰ اور بے مثل نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں سب سے بڑی رحمت ہے ۔انسانوں کے لئے عدل وقسط کی اگر کوئی میزان ہے تو یہی ہے ۔روشنی ہے تو یہی ہے ۔اگر کوئی نسخہ شفاء ہے تو بھی یہی ہے اس کی تجلیات سے دنیا اور آخرت دونوں ہی جگمگاتے ہیں ۔یہ کتاب اُمم سابقہ اور گذشتہ انبیاء کے حوالے سے بہت سے حالات وواقعات بیان کرتی ہے جن میں سے کئی ایک کا ذکر پہلی کتابوں میں سرے سے موجود ہی نہیں اور بعض کا ذکر پہلی کتابوں میں تھا لیکن متبدل اور تحریف شدہ تھا ۔قرآن مجید نے ان احوال وواقعات اور انبیاء کرام کی تعلیمات وخدمات کی سند تصدیق عطا فرمائی ۔اس کے ساتھ یہ کتاب قیامت تک آنے والے احوال بھی منکشف کرتی ہے اور اس دنیا میں انسانوں کی زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالتی ہے ۔معاشی ،معاشرتی اور سماجی زندگی بسر کرنے میں ہماری رہنمائی بھی کرتی ہے یہ وہ کتاب ہے جسکی تلاوت سے گمراہوں کو ہدایت اور بیماروں کو شفا میسر آتی ہے یہ ایسا ساتھی ہے جو کبھی بھی بے وفائی نہیں کرتا ایسا ہم سفر ہے جو کبھی بھی تنہا نہیں چھوڑتا ۔دنیا ہو یا میدان حشر ہر جگہ بھرپور ساتھ دیتا ہے ۔

نبی رحمت ﷺ کی بعثت سے قبل عرب کی جو حالت تھی وہ کسی سے مخفی نہیں سب دنیا

جانتی ہے کہ پورا عرب بلکہ پوری دنیا کفر اور جہالت کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی ظلم اور غلامی کا دور دورہ تھا کفر اور گمراہی کے تاریک اور دبیز پردے پڑے ہوئے تھے۔قتل و غارت۔فحاشی و عریانی۔قمار بازی اور اس طرح کی بے شمار برائیاں ہر سو پھیلی ہوئی تھیں۔نہ کوئی دین تھا اور نہ ہی کوئی قانون تھا۔عرب کی جہالت کا یہ عالم تھا کہ قبائل ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے معمولی معمولی باتوں پر برسوں کی لڑائیاں لڑی جاتی تھیں۔بچیوں کو زندہ دفن کرنا بتوں کی پوجا کرنا اور ان سے حاجتیں مانگنا ان کا معمول تھا۔یہ کفر کی دلدل میں ڈوب کر سب کچھ بھول چکے تھے ان کی اِس حالت پر رب العزت کو رحم آیا تو اس نے انہی میں سے دنیا کی عظیم ہستی نبی آخرالزمان ﷺ کو ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے معبوث فرما کر آخری کتاب قرآن مجید فرقان حمید بھی نازل فرمائی۔نبی ﷺ نے خود بھی اس کتاب پر عمل کیا اور اپنی قوم کو بھی عمل کرنے کی تلقین فرمائی اس کتاب کی برکت سے اس قوم کی جہالت ختم ہوگئی کفر و شرک کے بادل چھٹ گئے اور وہ دنیا کی مہذب ترین قوم بن کر اُبھری۔انہوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا کے ایک بڑے حصہ پر قبضہ کر کے اپنی قیادت اور سیادت قائم کر لی اس لئے حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول ﷺ کو فرماتے سنا کہ قرآن پڑھا کرو قیامت کے دن یہ اپنے پڑھنے والوں کے لئے شفاعت کرنے والا بن کر آئے گا۔اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر مسلمان کو قرآن کی تلاوت کرنی آتی ہو اس کے علاوہ چند مخصوص سورتیں بھی یاد ہونی چاہیں تاکہ نماز میں پڑھ سکے۔اور قیامت میں ذریعہ نجات بن سکیں۔قرآن ہی وہ واحد کتاب ہے جس پر اگر ہم عمل کرنا شروع کر دیں تو ہمیں دونوں جہاں کی خوشیاں اور نعمتیں حاصل ہونگی کیونکہ یہ کتاب انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔یہ ہمیں دنیا میں زندگی بسر کرنے کے ساتھ ساتھ قیامت کی تیاری کرنے کے طریقے بھی بتاتی ہے

جس کا سارا دارومدار ہماری زندگی کے اعمال پر ہی ہوگا۔جن کے مطابق ہماری جزاوسزا کے احکامات صادر ہونگے۔

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی،رضاءاورتقرب حاصل کرنے کیلئےقرآن مجید کاتقرب حاصل کرناضروری ہے اس عظیم اور روشن مقصد کے لئےمسلمان کاقرآن کےمعطر سایہ تلے رہنالازمی ہے کیونکہ اس کی آیات ہماری رہنمائی کرتی ہیں اور ہمارے سامنے آفاق کوکھول کررکھ دیتی ہیں اس کے معانی ہمارےنفسوں میں سرائیت کرکےتزکیہ کرتے ہیں۔عقل کوروشن کرتے ہیں اوردل میں جاگزیں ہوکرایمان میں اضافہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے" آگاہ رہوکہ دلوں کااطمینان تو بس اللہ کےذکرہی میں ہے"۔آپ ﷺ کاارشادگرامی ہے کہ جوشخص قرآن کوسمجھ کرپڑھتا ہے وہ معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگااور جو اٹک اٹک کرمشکل سے پڑھتا ہے وہ بھی محروم نہ ہوگا کیونکہ اس کے لئے دوگنا اجروثواب ہے۔

نبی کریم ﷺ جب کوئی لشکر روانہ کرتے تو ان سے قرآن مجید سنتے تھے چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے خاصی تعداد میں ایک لشکر بھیجنا چاہا تو ان سے قرآن پڑھوایا۔ہرفرد کوجتنایادتھا اُس نے پڑھا ایک صحابیؓ کے پاس آئے اور پوچھا کتنا قرآن یاد ہے کہا اتنایاد ہےاورسورۃ بقرہ بھی یاد ہے آپ ﷺ نے فرمایا جاؤتم ان سب کےامیرلشکر ہومعلوم ہوا کہ آقا ﷺ کےقریب قیادت کا معیارعلم تھااور بالخصوص ایسے شخص کوامیرلشکر بنایا جسے سب سے زیادہ قرآن کاعلم تھا۔قرآن تو تب ہی ہماری زندگیوں میں انقلاب برپا کرے گاجب ہم اسے پڑھیں گے سمجھیں گےاوراس سے ہدایت حاصل کریں گے۔صحابہؓ نےقرآن اوراسوہ رسول ﷺ سینوں سےلگائے رکھااور کبھی بھی عمل میں سُستی نہیں دکھائی وہ جتنے اللہ سےقریب تھے اتنے ہی زیادہ اپنے اعمال اور قیامت کی باز پرس کے لئے فکرمند تھے انہوں نے اس کتاب کی رہنمائی میں بھر پور زندگیاں گزاردیں جسکی وجہ سے ہرقدم پر انہیں اللہ تعالیٰ کی تائیداورنصرت نصیب ہوتی رہی اسی لئے علامہؒ فرماتے ہیں

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

اللہ تعالیٰ نے اس کتاب قرآن مجید فرقان حمید کو پوری انسانیت کی ہدایت کیلئے نازل فرمایا۔ یہ صرف مسلمانوں ہی سے مخاطب نہیں ہوتی بلکہ تمام انسانوں کو مسلمان بنانے اور اللہ کے تابع فرمان بندے بننے کی دعوت دیتی ہے دنیا میں قرآن ہی وہ واحد ذریعہ ہے جو ہمیں نیک اعمال کرنے کی ہدایت دیتا ہے اس لئے ہمیں چاہیے کہ اس کی تلاوت کریں اس میں تدبر و تفکر کریں اس پر عمل کریں بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ جناب عبدالحکیم انصاریؒ نے بھی اس کتاب مقدس کو پڑھنے اور اس میں غور وفکر کرنے کی سخت تاکید کی ہے ۔تھوڑا پڑھو لیکن شعور کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے پڑھو اور ضروری باتوں کو کسی نوٹ بک میں لکھ لیا کرو پھر اس کے اُوپر سوچ و بچار کرو جیسا کہ قرآن خود کہتا ہے " کیا تم غور وفکر نہیں کرتے"۔" کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے"۔

آج پوری امت مسلمہ جن مصائب ۔تکالیف ۔دہشت گردی اور دیگر پریشانیوں سے دوچار ہوکر بدحالی ۔بداعتمادی اور بے سکونی کا شکار ہورہی ہے یہ محض قرآن سے دوری کا سبب ہی تو ہے ۔آج قرآن کی جگہ ہمارے گھروں میں ٹی وی ۔وی سی آر۔انٹرنیٹ اور کیبل کا راج ہے جنہیں بڑے اہتمام کے ساتھ صبح وشام بلکہ پوری پوری رات اور دن دیکھا اور سنا جاتا ہے جسکی وجہ سے پورا معاشرہ برباد ہورہا ہے اور قوم کے نونہالوں پر جو منفی اثرات مرتب ہورہے ہیں ان کی طرف کسی کا دھیان نہیں ۔قرآن چونکہ اللہ کا کلام ہے ۔اس لئے یہ اپنے پڑھنے والوں کو اور عمل کرنے والوں کو اندھیروں سے روشنیوں میں لاتا ہے باقی سب طاغوتی چیزیں ہیں جو روشنیوں سے اندھیروں میں لانے کا سبب بنتی ہیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خیر الامت کا اعزاز عطا کرکے دنیا کی قیادت اور سیادت کے لئے بھیجا تھا ۔لیکن ہماری یہ غفلت اقوام عالم کے لئے بھی ایک سانحہ بن گئی ہے کیونکہ بنی نوع انسان کو غلامی سے نجات دلانے کے مدعی بذات خود قرآن سے روگردانی کرکے سینکڑوں فرقوں میں بٹ کر ایک دوسرے کا خون بہانے اور گلے کاٹنے لگے تو

اللہ تعالیٰ کی تائیدونصرت نے بھی ان سے منہ موڑلیا۔قرآن وہ کتاب ہے جو ہماری زندگیوں کے جمود کوتوڑتی ہے سستی ۔ کاہلی اور بے کاری کی مزمت کرتی ہے ۔ کسبِ معاش کے عمل اور محنت کی تلقین کرتی ہے اور کہتی ہے کہ سمندروں کی تہوں کے لولومرجان سے اپنے خزانے بھر کر فارغ البال ہوجاؤ ۔ یہ کتاب ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ ہم کیا تھے ۔ کہاں تھے اور اس دنیا میں کس غرض اور کس مقصد کیلئے آئے ہیں مرنے کے بعد کہاں جانا ہے کس راستے سے جانا ہے اور وہاں پر ہمارے ساتھ کیا ہوگا ۔ یہ کتاب ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ روح ۔ عقل ۔ نفس ۔ عدم ۔ موجود دوزخ و جنت ۔ فرشتے عرش کرسی کیا ہیں اور ان کا بنانے والا کون اور کہاں ہے کیسا ہے اور ان تک رسائی کیسے حاصل ہوسکتی ہے مختصراً یہ کہ قرآن وہ کتاب ہے جو ہماری زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالتی ہے دیکھنے والی آنکھ جستجو کرنے والا دماغ اور آتش شوق سے تڑپتا ہوا دل ہوتو قرآن سے سب کچھ مل سکتا ہے اسی لئے حکیم الامت علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ۔

قرآن میں ہوغوطہ زن اے مردِ مسلمان
اللہ کرے عطا تجھے جرات کردار ۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک دلوں کی بہار غموں کا ازالہ اور پریشانیوں کو دور کرنے کا ذریعہ بنائے آمین ۔

ارشادِ عالیہ خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ

**ایثار** سخاوت تقریباً ایک ہی چیز ہے لیکن خیرات اور ایثار فرض ہے، خیرات یہ ہے کہ تمہارے پاس اپنی ضروریات سے جو کچھ فاضل ہو اس میں سے ضرورت مندوں کو بھی دو لیکن ایثار یہ ہے کہ جو چیز تم کو محبوب ہو اور جس کی تمہیں خود ضرورت ہو وہ چیز کسی دوسرے ضرورت مند کو دے دو، یعنی اپنی ضرورت پر دوسروں کی حاجت براری کو مقدم سمجھو ۔ ایثار ایک بہت ہی بلند مرتبہ صفات میں سے ہے اور ایثار کرنے والا اللہ تعالیٰ کو بہت ہی عزیز ہوتا ہے ۔

# اسلامی تہذیب کی امتیازی حیثیت

(ڈاکٹر شمس الحق)

دوسری تہذیبوں کے مقابلے میں اسلامی تہذیب کی اہمیت کی وجوہات اگر چہ بہت سی ہیں مگر ان میں سے تین خصوصیات ایسی ہیں جن کی نشاندہی ضروری ہے پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا نقطہ نظر رضا الٰہی ہے اس کو مقصود زندگی بنا کر اخلاق کے لئے ایک ایسا بلند معیار فراہم کرتا ہے، جس کی وجہ سے اخلاق ارتقاء کے تقاضے اور ان کے امکانات کی کوئی حد مقرر نہیں کی جا سکتی اور اس کے ساتھ ہی اخلاق کے لئے ایک عملی ماخذ مقرر کر کے پائیداری اور استقلال بخشا جس میں ترقی کی گنجائش تو ہے مگر بے ربطگی کی گنجائش نہیں رہنے دی۔ اس طرح اخلاق کی پائیداری اور پختگی کیلئے ایک خدا کا تصور انسان کے اندر ایسا راسخ کرایا جاتا ہے جو کسی خارجی دباؤ کے بغیر انسان اس پابندی پر مجبور ہو کر عمل درآمد کرتا ہے اور اس پر مزید آخرت کا عقیدہ بھی قوت محرکہ کا کام دیتا ہے۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اسلام صرف ان اخلاقیات کو اہمیت دیتا ہے جو معروف ہیں جن کو انسانیت کے اجتماعی ضمیر نے قبول کر لیا ہے اور ان میں سے بھی محض چند کو نہیں بلکہ سب کو اپنانے کی ہدایت کرتا ہے اور زندگی میں پورے توازن کے ساتھ ہر ایک کا محل مقام اور مصرف تجویز کرتا ہے اور اتنی وسعت دیتا ہے کہ انفرادی کردار، خانگی، معاشرت، شہری زندگی، ملکی سیاست، معاشی کاروبار، بازار، مدرسہ، عدالت، فوجی ڈسپلن میدان جنگ، صلح کی کانفرس بین الاقوامی معاملات، غرض زندگی کا کوئی پہلو یا شعبہ ایسا نہیں رہ جاتا جو اخلاق کے ہمہ گیر اثر سے بچ جائے ہر جگہ، ہر شعبہ زندگی میں اخلاق کی حکمرانی کو رواں دواں رکھنا چاہتا ہے۔

تیسری خصوصیت یہ نظر آتی ہے کہ وہ انسانیت سے ایک ایسے نظام زندگی کے قیام کا مطالبہ کرتا ہے جو معروف پر قائم ہو اور منکر سے پاک ہو اس کی دعوت یہ ہے کہ جن خوبیوں کو

انسان کا ضمیر بھول جاتا ہے انہیں قائم کرے اور پروان چڑھائے اور جن برائیوں کو انسان ہمیشہ سے برا سمجھتا ہے ان کی بیخ کنی کرے۔ اس دعوت پر جن لوگوں نے آمادگی ظاہر کی ان کو جمع کر کے اسلام نے ان کو ایک امت مسلمہ کی حیثیت میں نمایاں کرایا اسلامی تہذیب کی یہ خوبیاں ہی اس کی بقاء کی ضامن بن گئی ہیں جن کا دوسری کسی تہذیب میں نام ونشان نہیں ۔

اس وقت اسلام دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں اس مذہب کی کامیابی کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کے اعمال کا دارومدار عقیدہ کے مطابق ہونا ضروری ہے اسلام میں بنیادی عقیدہ ایمان کا ہے اور یہی تمام اعمال کی اساس ہے جس کے بغیر ہر عمل بے بنیاد ہے

دوسرے مذاہب میں عمل کے لئے عقیدہ کی اہمیت کو ضروری نہیں سمجھا جاتا مثلاً تورات میں عقیدہ توحید کا ذکر تو ہے مگر ایمان کی حقیقت اور اس کی اہمیت کی تعلیم سے وہ خالی ہے۔ اس طرح انجیل میں ایمان کی ضرورت پر زور دیا جاتا ہے مگر اخلاق کی سچائی، اعمال کی راستی اور دل کے اخلاص کیلئے نہیں بلکہ معجزوں اور کرامتوں کے ظاہر کرنے کیلئے اور خوارقِ عادات پر قدرت اور اختیار پانے کے لئے کافی سمجھا جاتا ہے فلسفہ یونان کے بہت سے پیرو کاروں اور ہندوستان کے ہندوؤں کے مذہب کے علاوہ بہت سے دوسرے مذہبوں نے محض ذہنی جولانی ،مراقبہ، تصور ،دھیان اور علم کو انسان کی نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے اور اخلاق و عمل سے کوئی سروکار نہیں رکھا جاتا عیسائیوں، زرتشیوں اور برہمنوں نے عقائد کو وسعت دی اور ان کی ایسی تفصیل اور تشریح کی کہ قوائے عملی سرد پڑ گئے۔

ان مذاہب کے خلاف اسلام کا عقیدہ ایمان سے مراد اللہ ملائکہ کتب آسمانی، رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان لانا ہے اور اسی عقیدہ کے مطابق مسلمان کو اپنی تمام زندگی کے اعمال سے

عہدہ برآں ہونے کی ترغیب دیتا ہے اسلام دین فطرت ہے۔اسلام وہ دین ہے جس میں انسانی برادری کے قیام کے لئے رنگ و نسل ،وطن امارت ،غریب کسی چیز کی کوئی اہمیت نہیں ۔وہ تمام بنی نوع انسان کو ایک باپ اور ایک ماں کی اولاد قرار دیتا ہے اسلام میں وجہ افتخار صرف اور صرف تقویٰ کو قرار دیا جاتا ہے اس کا حامل کوئی انسان بھی ہو وہ باعث عزت واحترام سمجھا جاتا ہے۔

## اسلامی تہذیب میں تصوف کا کردار

موجودہ ترقی یافتہ دور میں مذہب کو زندگی گزارنے میں ثانوی حیثیت دی جاتی ہے بلکہ مذہب کو بدنام کرنے اور نسل کو خواہشات کا غلام بنانے کیلئے مختلف خوشنما تصورات پیش کئے جاتے ہیں ان تمام ذرائع میں جمہوریت کے نام سے دنیا بھر میں جو طوفان رائج کیا گیا ہے اس کی تباہ کاریاں بھی کم نہیں ۔اسلامی تہذیب بھی اس طوفان سے محفوظ نہ رہ سکی اکثر اسلامی مما لک میں اس نظریہ کو اسلامی سوشلزم کے خوشنما لیبل سے رائج کرایا گیا اور پھر اس کے پردہ میں آمرانہ نظریات کو مقصد زندگی بنا کر حکمرانوں نے اقتدار پر قبضہ جمانے کی کوشش کی ہے۔

مسلمان کو اس طوفان سے بچانے کیلئے ایک نظریہ تصوف بھی رائج کرایا گیا ۔عام طور پر تصوف کو دنیوی معاملات سے گریز کا طریقہ سمجھا جاتا ہے مگر حقیقتاً ایسی صورت نہیں ۔ تصوف کے بعض سلسلوں کے پیروکاروں نے ان استعماری قوتوں کے خلاف بعض ملکوں میں زبردست جہاد کیا ہے ۔چنگیز خان کی یلغار سقوط بغداد کے بعد جب ساری اسلامی دنیا گہری مایوسی کا شکار ہو چکی تھی تو صوفیا نے ہی مسلمانوں کو سنبھالا دیا اور ان کے دلوں میں دوبارہ امید کا چراغ روشن کرنے کی تحریک شروع کی۔

# نمازِ تہجد کی فضیلت

(ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی)

تہجد سے مراد ہے رات کے پچھلے پہر اُٹھ کر اللہ کے حضور جھک جانا اور نوافل ادا کر کے اللہ کا قرب حاصل کرنا۔ نمازِ تہجد عظیم ترین دولت ہے رات کے وقت سکون غالب ہوتا ہے عبادت گزار دنیا کی کلفتوں، بے جا آوازوں اور ہنگاموں سے بے نیاز ہو کر اللہ کی عبادت کرتا ہے۔

## قرآن مجید میں نمازِ تہجد کی فضیلت:

ارشادِ ربانی ہے: ''سورج ڈھلنے سے اندھیرے تک نماز قائم کریں اور صبح کا قرآن، بیشک صبح کا قرآن (پڑھنے میں فرشتے) حاضر ہوتے ہیں۔ اور رات کا کچھ حصہ قرآن کی تلاوت کے ساتھ بیدار رہیں یہ تمہارے لئے زادہ ہے، قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں مقامِ محمود میں کھڑا کر دے'' (سورۃ بنی اسرائیل، آیات ۷۸-۷۹)۔

سورۃ بنی اسرائیل کی ان آیات میں رُسول اللہ ﷺ کو تہجد کا حکم دینے کے ساتھ آپ کو ''مقامِ محمود'' کی اُمید دلائی گئی ہے ''مقامِ محمود'' عالم آخرت میں اور جنت میں بلند ترین مقام ہوگا ''تہجد کا مفہوم رات کے پچھلے پہر اٹھ کر نوافل پڑھنا ہے ساری رات قیامُ اللیل کرنا خلافِ سنت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کے پہلے حصے میں سوتے اور پچھلے حصے میں اٹھ کر تہجد پڑھتے۔ یہی طریقہ سنت ہے تہجد کی نماز آپ ﷺ کے درجات کی بلندی کے لئے زائد چیز ہے'' (بحوالہ: مولانا جوناگڑھی و مولانا صلاح الدین یوسف قرآن کریم مع اُردو ترجمہ و تفسیر مطبوعہ شاہ فہد قرآن حکیم پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ ۱۴۱۹ھ، صفحہ ۷۸۹)

سورۃ السجدہ میں ارشاد ہے:

ترجمہ ''ان کے پہلو اپنے بستروں سے الگ رہتی ہیں اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ خرچ کرتے ہیں'' (سورۃ السجدۃ آیت ۱۶)۔

اگر عشاء کے بعد آدمی کچھ دیر کے لئے سوجائے اور آدھی رات گزرنے کے بعد کسی وقت اُٹھ جائے تو تہجد کا اصلی وقت ہے ۔سورت المزمل میں بھی فرمایا گیا (ترجمہ) (رات میں نماز کے لیے کھڑا ہونا نفس کو بہت زیادہ دبانے والا عمل ہے اور اس وقت (دُعایا قرات میں) جو زبان سے نکلتا ہے وہ بالکل ٹھیک اور دل کے مطابق یعنی دل سے نکلتا ہے )۔

**احادیث میں نمازِ تہجد کی فضیلت:**

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ اپنے پورے لطف و کرم اور اپنی خاص شانِ رحمت کے ساتھ اپنے بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہمارا مالک اور اللہ تبارک و تعالیٰ ہر رات کو جس وقت آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے سمائے دُنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: کون ہے جو مجھ سے دُعا کرے اور میں اُس کی دُعا قبول کروں کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اس کو عطاء کروں ۔کون ہے جو مجھ سے مغفرت اور بخشش چاہے میں اس کو بخش دوں'' (صحیح بخاری و مسلم)

حضرت عمرو بن عبسہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ بندے سے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری درمیانی حصے میں ہوتا ہے، پس اگر تم سے ہو سکے کہ تم اُن بندوں میں سے ہو جاؤ جو اُس مبارک وقت میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو تم اُن میں ہو جاؤ'' (جامع ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

''فرض نماز کے بعد سب سے افضل درمیان رات کی نماز ہے یعنی تہجد۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رُسول ﷺ نے فرمایا: ''تم ضرور پڑھا کرو تہجد' کیونکہ وہ تم سے پہلے صالحین کا طریقہ اور شعار رہا ہے اور قُرب الٰہی کا خاص وسیلہ ہے اور وہ گناہوں کے بُرے اثرات کو مٹانے والی اور گناہوں سے روکنے والی چیز ہے''۔(جامع ترمذی)

اس حدیث میں نمازِ تہجد کی چار خصوصیتیں بیان فرمائی گئی ہیں:

۱۔ نمازِ تہجد دورِ قدیم سے اللہ کے نیک بندے ادا کرتے رہے ہیں۔

۲۔ یہ نماز تقرب الٰہی کا خاص وسیلہ اور ذریعہ ہے۔

۳۔ نمازِ تہجد گناہوں کا کفارہ بنتی ہے۔

۴۔ نمازِ تہجد گناہوں سے روکنے کی خاصیت رکھتی ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے اس قدر قیام فرمایا" (یعنی رات کی نمازِ تہجد اتنی طویل پڑھی ) کہ آپ کے قدم مبارک متورم ہو گئے تو آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ آپ ﷺ کی اگلی پچھلی ساری تقصیریں معاف ہو گئی ہیں (اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا اعلان فرما کے آپ ﷺ کو اس بارے میں مطمئن بھی کر دیا ہے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تو کیا میں اس کے احسان عظیم کا زیادہ شکر کرنے والا بندہ نہ بنوں! اور اس شکر گزاری میں اس کی اور زیادہ عبادت نہ کروں۔ ( صحیح بخاری و صحیح مسلم )

## نمازِ تہجد کا طریقہ:

عشاء کی نماز پڑھ کر سو جانے کے بعد رات کو اُٹھ کر تہجد پڑھی جائے۔ تو بہ و استغفار تسبیح وتحمید اور دُعا کی جائے۔نمازِ تہجد کا طریقہ ملاحظہ ہو۔جاگ کر خوب اچھی طرح مسواک کیا جائے۔ پھر وضو کرنے کے بعد کم از کم ۴ رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ ۱۲ رکعتیں ادا کی جائیں۔رکعتیں دو دو کر کے ادا کی جائیں۔حضور اکرم ﷺ کا یہی معمول تھا تاہم آپ ﷺ نے نمازِ تہجد میں رکعتوں کا تعین نہیں فرمایا۔حضور اکرم ﷺ سے جو تعداد ثابت ہے اُس کا اوپر ذکر کر دیا گیا ہے۔

# مرکزیت

(عبدالرشید ساہی)

اللہ رب العزت کا بڑا کرم واحسان ہے کہ آج ہم سال بعد پھر اجتماع میں اکٹھے ہوئے ہیں مالک ارض وسماء کا شکر کس منہ سے ادا کریں اس کے مہر وکرم اور عنایات کا حق کس طرح ادا کیا جائے اس انتہائی کریم کے انعامات کو کس طرح گنا جائے اس کی نعمتیں احاطہ شعور سے ماوراہیں۔

آیا ہوں تیرے میکدے جود وسخا میں
یارب مئے عرفان سے میرے جام کو بھردے

نبی مکرم ومحترم ﷺ پر کروڑوں بار ہدیہ درودوسلام جن کی شان میں ارشاد ربانی ہے
"اللہ وہ ہے جس نے اپنا رسول ہدایت ودین حق کے ساتھ بھیجا"
کوئی جماعت ہو یا قوم مرکزیت انتہائی اہم ہوتی ہے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

قوموں کیلئے موت ہے مرکز سے جدائی
ہو صاحب مرکز تو خودی کیا ہے خدائی

آج تک جتنی سرفروش اور پاکباز ہستیاں گزر چکی ہیں یا موجود ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے کسی نہ کسی مرکز کی پیداوار ہیں اور کسی نہ کسی کے فیض نظر کا شاہکار ہیں۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا　　　نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے

علی گڑھ سکول ہو، کالج اور یونیورسٹی ہو، دیوبند مدرسہ ہو یا بریلی کی درسگاہ ہو القاہرہ یونیورسٹی ہو یا مدینہ یونیورسٹی ہو، مجاہد اور سکالر انہی کی بدولت تیار ہوئے۔ انشاءاللہ مرکز تعمیر ملت جہاں پر آپ تشریف فرما ہیں یہ بھی ایسی ہی کاوش کی لڑی ہے خدا کرے اس روحانی مرکز سے بھی

ایسے ایسے سرفروش اور جواں ہمت انسان تعمیر ہوں جو قوم کی تقدیر کے دھارے کو بدل کر رکھ دیں اور ملت اسلامیہ کے پاسبان ثابت ہوں۔

ہم سرِ راہ لئے بیٹھے ہیں اک چنگاری　　　　جس کا جی چاہے چراغ اپنا جلاتا جائے

انوار و تجلیات سے روشن اجتماع ہے ربّ کبریا کی برکتیں اور رحمتیں لگاتار نزول فرما رہی ہیں سینوں میں سرمدی نغمے گونج رہے ہیں فضا اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کی خوشبو سے معطر ہے دلوں کی دھڑکنیں اللہ اللہ کہہ رہی ہیں کون اللہ۔ وہی اللہ ہمارا معبود اللہ ہمارا مقصود اللہ، ہمارا مطلوب اللہ، وہی اللہ حاجت روا۔ مشکل کشا اللہ، سمیع و بصیر اللہ، غفور الرحیم اللہ۔ یا حی و یا قیوم اللہ، لطیف و خبیر اللہ، الملک القدوس اللہ، جبار اللہ، رزاق اللہ۔ علامہ اقبالؔ فرماتے ہیں۔

تو نے یہ کیا غضب کیا مجھ کو بھی فاش کر دیا

میں ہی تو اک راز تھا سینہ کائنات میں

اللہ ربّ العزت نے اپنی ذات کی وسعت جتانے اور اپنی سلطنت کی وسعت بتانے کے لئے سورۃ الرحمٰن میں تمام جنوں اور انسانوں کو چیلنج کیا ہے کہ اگر سکت رکھتے ہو تو میری حکومت کی حدوں سے نکل کر دکھاؤ لیکن نکل نہیں سکو گے" غور طلب مقام ہے اس کی حکومت میں رہنا اور اس سے بغاوت کرنا یہ نادانی کی حد ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے پیارے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت نصیب فرمادے۔ دیدارِ الٰہی ہی انسانی حیات کا پہلا اور آخری مقصد ہے۔

کامل ہے جو ازل سے وہ ہے کمال تیرا　　　　باقی ہے جو ابد تک وہ ہے جلال تیرا

گو حکم تیرے لاکھوں یاں ٹالتے رہے ہیں　　　　لیکن ٹلا نہ دل سے ہرگز خیال تیرا

ہے تیرے سوزِ نفس سے کارِ عالم استوار　　　　تو نے جب چاہا کیا ہر پردگی کو آشکار

تخلیق آدم کا مقصد اور نصب العین اخلاقی کمال کا حصول ہے اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں: "میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں"۔ اس آیت مبارکہ میں تخلیق آدم کی غرض و غایت اور مقصد بڑی صراحت کے ساتھ بیان فرمادیا گیا ہے انسان کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی کسی اپنی حاجت کے لئے نہیں تھا کیونکہ وہ ذات تو بے نیاز ہے اس نے انسان کو محض اس لئے پیدا فرمایا کہ انسان خدائی اطاعت میں زندگی بسر کر کے اخلاقی کمال حاصل کر سکے اس کی بندگی کے شعور میں انسان کی اپنی ہی بھلائی ہے ۔ نبی مکرم و محترم ﷺ کی حدیث گرامی سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ "قیامت کے روز مومن کے نامہ اعمال میں سب سے وزنی چیز خوش خلقی ہوگی"

اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم کا موضوع ہی انسان ہے اس لئے رحمٰن، قرآن، اور انسان لازم و ملزوم ہیں رحمٰن نے قرآن مجید کے ذریعے سے انسان کو تمام ضابطے اور قوانین جو کہ کامیاب ترین زندگی گزارنے کا فارمولا ہے بتا دیئے ہیں تا کہ انسان اپنی زندگی کی راہوں کا صحیح تعین کر سکے اور مادی لذات کے اندھیروں سے نکل کر رحمٰن کی محبت بھری بندگی والی پرنور شاہراہ پر گامزن ہو کر اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کر سکے انسان کو خلافت ارضی کا اعزاز دینے کے لئے پیدا کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر اپنی روح کا فیض ڈالا اور اسے تمام تر علوم سکھا دیئے تا کہ وہ اپنی زندگی میں تمام مادی قوتوں کو تسخیر کر کے اپنے تصرف میں لائے اور ان سے بھرپور استفادہ کر سکے انسان کو کائنات میں اللہ نے اشرف المخلوقات کا منصب عطاء فرمایا اور ملائکہ سے اس کو سجدہ بھی کروایا اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتادیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی بندگی کے لئے پیدا فرمایا ہے اور اس عظیم ذمہ داری کو نبھانے کے لئے عالم ارواح میں اس سے عہد بھی لیا ہے جسے عہد الست کہا جاتا ہے۔ انسان خدائی راز ہے اور خود خدا انسان کے لئے راز ہے۔

لاکھوں پروانے جلے یہ راز پانے کے لئے
شمع جلنے کے لئے ہے یا جلانے کیلئے

اللہ تعالیٰ نے ایک خصوصی امانت بھی اس کے سپرد کی ہے جس کی وجہ سے اس کو اعمال کا ذمہ دار بھی ٹھہرایا گیا ہے اور حیات ارضی کے دوران اس کی کارکردگی کے مطابق روزِ محشر اس کو جزا یا سزا دی جائے گی انسان کو یہ راز بھی بتا دیا گیا کہ زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے وہ سب تمہارے لئے بنایا گیا ہے لیکن تمہیں اپنی محبت اور پہچان کیلئے بنایا ہے۔علامہؒ فرماتے ہیں

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کیلئے

انسان مٹی کا پتلا نہیں بلکہ خدائی تخلیق کا ایک انمول شاہکار ہے ارشاد ربانی ہے

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم "ہم نے انسان کو خوبصورت ترین بنایا ہے"

نہ فنا میری نہ بقاء میری مجھے اے شکیل نہ ڈھونڈیئے
میں کسی کا حسن خیال ہوں میرا کچھ وجود عدم نہیں

اصل مقصد اور نصب العین وہ ہوتا ہے جو کسی حالت میں بھی نظر انداز نہ ہونے پائے زندگی کا جو لمحہ بھی مقصد سے بے توجہی اور بے اتفاقی میں بسر ہو وہ گناہ ہوتا ہے اور بارگاہ ربوبیت میں انتہائی ناپسندیدہ۔بقول شاعر

خود کو اتنا محو کر لیتا ہوں تیری یاد میں
تو ہی تو ہوتا ہے کوئی دوسرا ہوتا نہیں

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں

قیس !دم بھر کے لئے بھی ساتھ ناقہ کا نہ چھوڑ
کیا خبر لیلیٰ الٹ دے پردہ محمل کہاں

جن لوگوں کو زندگی ہی میں زندگی کا حقیقی مقصد معلوم ہو جائے کہ حیات ارضی کا یہ مختصر ساعرصہ اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے سپرد کی گئی امانت اور ذمہ داری

کو نبھانے کیلئے امتحان گاہ ہے حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ زندگی تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی مسافر راستے میں کسی درخت کے سائے میں تھوڑی دیر رک کر آرام کر لے اور پھر اپنی منزل کی طرف چل پڑے۔ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ حدود کے اندر رہ کر زندگی بسر کرنے والے انسان دنیا کے دلفریب مناظر، مادی لذات اور نفس کی خواہشات کے پیچھے نہیں بھاگتے اور نہ شیطان مردود کے دھوکہ میں آ کر اپنے رب سے کئے ہوئے وعدے کو فراموش کرتے ہیں۔ وہ اللہ کی محبت اور عشق رسول ﷺ کی براق پر سوار ہو کر شاہراہ شریعت پر گامزن رہتے ہیں وہ جہت مسلسل پر یقین رکھنے والے شاہین ہوتے ہیں جو پرواز میں کوتاہی اور راستے کے آرام کو حرام جانتے ہیں وہ ان لوگوں کی طرح نہیں ہوتے جو اللہ سے کئے ہوئے عہد کو بھول کر حیوانوں جیسی بلکہ ان سے بھی بدتر زندگی بسر کرتے ہیں اور صرف دنیا ہی کے ہو کر رہ جاتے ہیں۔ وہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

مسجود ملائکہ کا تاج سجائے ہوئے انسان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ عالم نباتات و جمادات سے اپنے لئے معبود تراشنے میں لگ جائے یا پھر اپنے ہی جیسے انسانوں کی شان میں غلو کر کے انہیں اپنے نفع و نقصان کا مالک قرار دیدے اور ان کے سامنے سربسجود ہو جائے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اشرف المخلوقات کی خلعت فاخرہ کی عزت خاک میں ملا دے۔ ایسے بدنصیب انسانوں کے بارے میں ارشاد ربانی ہے جو لوگ کافر ہوئے اور کافر ہی مرے ایسوں پر اللہ کی، فرشتوں کی اور لوگوں کی لعنت ہے۔ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ان سے نا تو عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں کچھ مہلت ملے گی۔ اسلام کے نزدیک عبادت اور نیکی کا مفہوم اس قدر محدود نہیں کہ اس کو نماز، روزہ، قربانی، حج تک ہی مختصر کر دیا جائے بلکہ قرآنی تصور عبادت اور اسلامی مفہوم اس قدر وسیع ہے کہ انسان کی فکری اور عملی زندگی کے تمام گوشوں پر محیط ہے۔

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیِ داماں بھی ہے

اہل حق کی پوری زندگی رضاالٰہی کی خاطر متحرک رہتی ہے ۔اور جب رضاالٰہی مقصد حیات بن جائے تو انسان کا کھانا پینا سونا جاگنا ،چلنا پھرنا ،الغرض سارے کا سارا کاروبار حیات ہی عبادت اور بندگی قرار پاتا ہے اور اس کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک سانس عبادت میں شمار ہوتا ہے ۔مقصد من میں اتر جائے تو بندہ مقصود خلائق بن جاتا ہے ۔جس انسان کی زندگی کا ہر لمحہ خدا کی یاد اور اس کی رضا کیلئے وقف ہو اس شخص کو دیکھنا بھی خود یاد الٰہی بن جاتا ہے ۔

سراپا حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق
بھلا اے دل حسین ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں

تاجدار انبیاء محسن کائنات سرورکونین نبی آخر الزماں ﷺ نے فرمایا تم میں سے افضل وہ لوگ ہیں جنہیں دیکھتے ہی خدا یاد آ جائے

یہ نہیں مجھ کو خبر کیا ہے حقیقت کیا مجاز
دیکھ کر ان کو خدا کو یاد کر لیتا ہوں میں

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے "اور ان لوگوں کو خود سے دور نہ کرو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اسی کی رضا کے طلبگار رہتے ہیں "اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے " اے اہل ایمان اللہ سے ڈرو صدق والوں کی محبت اختیار کرو کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے مقصود زندگی کو پا چکے ہیں"

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

کسی ایسے شرر سے پھونک اپنے خرمن دل کو
کہ خورشید قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں

اللہ تعالیٰ کے محبوب اور آخری رسول ﷺ اور آپ کے بعد آپ کے حقیقی وارث

انسانوں کو طائر لاہوتی بننے کی تعلیم دیتے رہے اور انہیں آگاہ کرتے رہے اور کر رہے ہیں کہ یہ مختصری دنیاوی زندگی تو متاع غرور ہے اس کے دھوکہ میں ہرگز نہ آؤ کیونکہ مومن کی منزل تو چرخ نیلی فام سے بھی آگے ہے۔اس لئے راستے کی کسی چیز کے ساتھ دل نہ لگاؤ اور سب سے زیادہ محبت اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے کرو اور حضور ﷺ کے اتباع میں اللہ تعالیٰ کے قرب و دیدار کی منزل کی طرف مسلسل پرواز کرتے چلے جاؤ کہ یہی کامیابی کی ضمانت ہے علامہ اقبال فرماتے ہیں:

کھولی ہیں شوق دید نے آنکھیں تیری اگر
ہر راہ گزر پہ نقش کف پائے یار دیکھ
نگاہ عشق دل زندہ کی تلاش میں ہے
شکار مردہ سزاوار شہباز نہیں

مقصد حیات یعنی صراط مستقیم پانے کے لئے پہلے کسی انعام یافتہ کو تلاش کرو جب وہ تمہیں مل جائے گا تو ہوسکتا ہے کہ انعام یافتہ تمہیں صراط مستقیم پر چلانے کی بجائے منزل مقصود تک پہنچا دے۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

ملے گا منزل مقصود کا فقط اسی کو سراغ
اندھیری شب میں ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ

قرآن وسنت کی تعلیم کے عین مطابق بانی سلسلہ قبلہ عبدالحکیم انصاریؒ نے ارشاد فرمایا کہ توحیدیہ سلوک کی انتہا اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار ہے۔سالک کو چاہیے کہ راستے میں کسی جگہ نہ رکے اور برابر آگے بڑھتا چلا جائے اسی طرح علامہ اقبال نے بھی حریم ذات ہی کو مرد مومن کی منزل قرار دیتے ہوئے فرمایا

حریم ذات ہے اس کا نشیمن ابدی
نہ تیرہ خاک لحد ہے نہ جلوہ گاہ صفات

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے نصاب میں مخلوق کی محبت کو مرکزی مقام حاصل ہے محبت در حقیقت اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ سے کرنی چاہیے یا ان کے بعد اپنے شیخ سے۔ عالمگیر محبت کے اصول کے تحت مخلوق سے محبت بھی ضروری ہے کیونکہ وہ خدا کی بنائی ہوئی ہے اس کی سب سے پیاری نشانی اور بے شمار صفات کی مظہر ہے اللہ تعالیٰ کی محبت اور مخلوق خدا کی خدمت کے جذبہ ساتھ ساتھ پروان چڑھتے ہیں۔ جو انسان جتنا اللہ کے قریب ہوتا ہے وہ اسی قدر انسانوں سے محبت کرتا ہے علامہ اقبال نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے

یہ جوہر اگر کارفرما نہیں ہے
تو ہیں علم و حکمت فقط شیشہ بازی

اپنے من میں مخلوق کی خدمت کا احساس اجاگر کرنے کیلئے کسی صاحب نظر کو تلاش کرو اگر تجھے خدا نے پہچان والی نظر عطا فرمائی ہے تو مرکز تعمیر ملت پر بھی خدائی فیض کے خزانے لٹانے والی صاحب نظر ہستی موجود ہے۔ ایک مرتبہ پیرومرشد ڈار صاحب نے مجھے فرمایا کہ ہم یہاں لعل و جوہر لئے بیٹھے ہیں کوئی خریدار نہیں آتا۔

آپ بھی دو چار قطرے پی کے میرے جام کے
اہل دل اہل وفا اہل نظر ہو جایئے

مرشد صاحب تحقیق ہوتا ہے اسلئے اہل ذات اہل صفات کو فوراً پہچان لیتا ہے وارث شاہ فرماتے ہیں:

مجرم نوں محرم پیر کرے بخشے جاہل نو علم عیاں بیلی
کافر فاسق تے جے نظر کرے ہووے کامل اہل عرفان بیلی
وسیلہ اہل ایمان فرض ہویا ثابت نال آیت نال قرآن بیلی
وارث شاہ رموز تے راز کھلے جد مرشد کرے دھیان بیلی

# روداد سالانہ کنونشن 2013ء

(سید رحمت اللہ شاہ توحیدی)

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا سالانہ کنونشن 12 اپریل 2013 بروز **جمعة المبارک** بعد از نماز جمعہ سے 14 اپریل بروز اتوار بعد نماز فجر تک مرکز تعمیر ملت پر منعقد ہوا۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی نے سالانہ کنونشن 2013 کے انتظامات کی ذمہ داری گوجرانوالا کے رہائشی جناب محمد ریاض صاحب کو سونپی۔ جناب محمد ریاض صاحب نے شب و روز کی انتھک محنت سے کنونشن کے انتظامات کو بروقت مکمل کیا جناب محمد ریاض صاحب کی معاونت میں قرب و جوار کے حلقہ جات سے مریدین سلسلہ و دیگر دوستوں نے رضا کارانہ طور پر کنونشن کے انتظامات میں حصہ لیا۔ بالخصوص جناب احمد رضا خان صاحب، جناب محمد اقبال صاحب، ماجد محمود صاحب، جناب محمد انور صاحب کی معاونت سے جمعرات شام تک مرکز تعمیر ملت روشنی کے شہر کا منظر پیش کر رہا تھا۔

کنونشن کے دوران دیگر تفویض کردہ ذمہ داریوں کیلئے جناب بشیر بٹ صاحب، جناب محمد عثمان صاحب، اور راقم الحروف جمعرات شام کو ہی مرکز تعمیر ملت پہنچ گئے۔ دور دراز حلقہ جات سے مریدین سلسلہ کی آمد کا سلسلہ بروز جمعہ نماز فجر سے ہی شروع ہوا جب لسوڑی اور شجاع اباد کے حلقہ جات سے مریدین کا قافلہ مرکز تعمیر ملت پہنچا۔ طلوع آفتاب کے بعد حلقہ توحیدیہ ملتان سے مریدین بس پر مرکز آئے کچھ ہی دیر بعد چوک اعظم اور فتح پور کے حلقہ جات سے قافلوں کی آمد ہوئی اور یہ سلسلہ نماز جمعہ سے قبل تک جاری رہا۔

سابقہ روایات کے مطابق امسال بھی اماں جی نے خود مریدین سلسلہ اور تمام مہمانوں کیلئے ناشتہ و چائے تیار کی۔ سید قیصر شاہ صاحب دلاور کے ساتھ مل کر مہمانوں کو کئی نشستوں میں ناشتہ اور چائے پیش کرتے رہے۔ ناشتے میں مہمان نوازی کی یہ روایت بھی سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہی کا خاصا ہے وگرنہ شاذونادر ہی کوئی ایسی مثال پیروں، فقیروں، سجادہ نشینوں اوراصلاحی تحریکوں کے مراکز میں ملے گی کہ تحریک کے سربراہ کی اہلیہ ضعیف العمری کے تقاضوں کے باوجود سینکڑوں افراد کیلئے خود ناشتہ کا انتظام کریں اور صبح سے قبل از دوپہر تک ہر آنے والے مہمان کو بلاتکلف کئی چھوٹی بڑی نشستوں میں ناشتہ کرایا جائے۔ اظہار تشکر میں اماں جی کیلئے صحت، تندرستی، سکون قلب اور اجر عظیم کیلئے دعا ہی کی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اماں جی کو دونوں جہاں کی دائمی خوشیاں عطا فرمائے۔ آمین!

طے شدہ پروگرام کے مطابق قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی 9 بجے صبح سے کم وبیش 12 بجے دوپہر تک مرکز تعمیر ملت کے برآمدے میں لگائے گئے اپنے دفتر میں موجود رہے۔ آپ نے تمام آنے والے مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ ان کے حال احوال پوچھنے، گفت و شنید اور وعظ و نصیحت کا یہ سلسلہ چلتا رہا۔ روحانی محافل میں الفاظ اتنا ہی احاطہ کر سکتے ہیں مزید الفاظ سے ماورا لطف و سرور اور کیف و روحانی توجہ اور فیض سے ملتا ہے وہ وہی جانتا ہے جو اس لطف و سرور سے بھری محفل میں موجود ہو یا اس سے واقف ہو۔

نماز جمعہ کیلئے آذان ٹھیک ایک بجے سہ پہر ہوئی۔ ملتان کے جناب حافظ عبدا لکریم صاحب نے خطبہ جمعہ اور نماز جمعہ ادا کرائی۔ نماز جمعہ کے بعد مہمانوں کیلئے ظہرانہ کا انتظام اور اس کے بعد آرام کا وقفہ تھا۔ سالانہ کنونشن 2013ء کا پہلا اجلاس بعد از نماز عصر ہونا طے پایا جناب خالد محمود بخاری صاحب کی نگرانی میں جناب حافظ محمد یٰسین صاحب اور راقم الحروف سٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔

تلاوت قرآن پاک کیلئے جناب حافظ عبدالکریم صاحب تشریف لائے۔ جناب ماجد محمود توحیدی صاحب نے نعت رسول مقبول ﷺ اور جناب محمد اکرم صاحب نے چند نعتیہ اشعار پیش کئے۔ قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی کی موجودگی میں نامزد خلیفہ جناب محمد یعقوب خان صاحب کے ہمراہ جناب محمد لیاقت صاحب اور جناب ماجد محمود توحیدی صاحب

نے چندمرتبہ اجتماعی درودشریف پڑھا۔بعدازاں دعائے فاتحہ وقل شریف پڑھنے کے بعد اپنے سلسلہ سے وابستہ تمام فوت شدگان ان کے عزیز و اقارب اور دیگر کیلئے دعاءِ مغفرت قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی نے کرائی۔جناب عبدالقیوم ہاشمی صاحب نے خطبہ استقبالیہ پڑھا اور حاضرین کو خوش آمدید کہا ۔ سابقہ روایات اور پروگرام کے مطابق اجتماع گاہ میں حاضرین کو بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی پسندیدہ مٹھائی امرتی یعنی "حور کے کنگن" اور چائے پیش کی گئی۔

اظہار خیال کا سلسلہ شروع ہوا جو نماز مغرب سے قبل تک جاری رہا۔نماز مغرب سے پہلے ایک مختصر وقفہ ہوا۔نماز مغرب کے بعد اجتماعی حلقہ ذکر جناب پیر خان صاحب توحیدی نے کرایا۔جناب عزیز عارف صاحب نے ختم /تلاوت قرآن کی۔قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب نے دعا کرائی نماز عشاء ادا کی گئی۔رات کا کھانا تیار تھا حاضرین کو اس کیلئے مدعو کیا گیا۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار توحیدی صاحب اجتماع گاہ میں تشریف فرما تھے حاضرین کی بڑی تعداد بابا جان کے پاس گفت و شنید میں مگن رہی۔کھانا و چائے کے ساتھ ساتھ دوسری طرف روحانی محفل بھی خوب جمی رہی۔جو اس وقت اختتام پذیر ہوئی جب قبلہ بابا جان آرام کیلئے روانہ ہوئے۔

موسم خوشگوار تھا۔مہمان آرام گاہوں، اجتماع گاہ، طعام گاہ اور مرکز کے لان میں اپنے دیگر بھائیوں سے تادیر حال احوال میں مصروف رہے اور حسب سہولت آرام کیا۔

13 اپریل بروز ہفتہ صبح نماز فجر کے بعد ختم قرآن پاک کی تقریب ہوئی ۔ جناب حضرت محمد یعقوب خان صاحب نے ختم قرآن و تلاوت ختم شریف کے بعد دعا کرائی ۔ صبح ساڑھے سات بجے خادمان حلقہ اور مجازین کرام کو نشست کیلئے مرکز تعمیر ملت کے ہال میں دعوت دی گئی ۔ یہ نشست کم و بیش ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہی ۔ سالانہ حسابات ، دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں کے جائزہ اور دیگر کئی معاملات میں باہمی مشاورت کے علاوہ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ بابا جان

محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی نے شجاعباد کے رہائشی جناب سید عابد کبیر شاہ صاحب کو اپنا مجاز روحانی مقرر کیا۔ناشتہ و آرام کے بعد سالانہ کنونشن کا دوسرا اجلاس صبح گیارہ بجے شروع کیا گیا جس کا آغاز تلاوت قرآن پاک اور نعت رسول مقبول ﷺ سے کیا گیا۔برادران کے اظہار خیال کا سلسلہ شروع ہوا جو قبل از نماز ظہر تک جاری رہا۔نماز ظہر کے بعد حاضرین کی کھانے سے ضیافت کی گئی اور آذان عصر تک آرام کیلئے وقفہ کا اعلان ہوا۔

سالانہ کنونشن کا تیسرا اجلاس بعد نماز عصر تلاوت قرآن پاک،نعت رسول مقبول ﷺ اور عارفانہ کلام سے شروع ہوا ۔جناب حافظ عبدالکریم صاحب عارفانہ کلام پیش کر رہے تھے جب شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب اجتماع گاہ میں جلوہ افروز ہوئے۔ حاضرین پر سوز و گداز کی ایک بہت پیاری کیفیت سب کو نظر آرہی تھی ۔تیسرے اجلاس میں حسب سابق شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی کا سالانہ خطبہ تھا۔ مختصر خطبہ مجلّہ فلاح آدمیت کے اس شمارہ میں شائع کیا جا رہا ہے ۔قبلہ بابا جان کے خطبہ نے حاضرین میں دعوتی اور عملی میدان میں سرگرم رہنے کیلئے ایک تازہ روح پھونک دی۔سالانہ خطبہ کے بعد اظہار خیال کا سلسلہ شروع ہوا جو نماز مغرب سے پہلے تک جاری رہا۔

سالانہ کنونشن کے دوران مریدین سلسلہ نے کئی موضوعات پر اظہار خیال کیا۔جس میں راولپنڈی سے جناب پیر خان صاحب توحیدی،ڈسکہ سے جناب عبدالرشید ساہی صاحب، چیچہ وطنی سے جناب محمد حسین صاحب ،چوک اعظم سے جناب پروفیسر شبیر احمد شاہد صاحب، لاہور سے جناب مولوی محمد یعقوب خان صاحب ،اسلام آباد سے جناب غلام مرتضٰی صاحب، کراچی سے جناب عبدالحکیم صاحب ،جڑانوالا سے جناب محمد سلیم صاحب ،پسرور سے جناب محمد صادق ڈوگر صاحب ،راولپنڈی سے جناب عتیق عباسی صاحب،شجاعباد سے جناب عابد کبیر شاہ صاحب کراچی سے جناب منیر احمد لودھی صاحب ملتان سے جناب سید امین شاہ صاحب ایڈووکیٹ نے اظہار خیال کیا۔

نمازِ مغرب سے قبل بارانِ رحمت شروع ہوئی جس کی وجہ سے نمازِ مغرب، اجتماعی حلقہ ذکر اور نشست بیعت مرکزِ تعمیرِ ملت کے ہال میں ہوئے۔ جناب محمد ریاض صاحب نے جناب احمد رضا خان صاحب کی ذمہ داری لگائی کہ بارش کے پیشِ نظر اجتماع گاہ سے اٹھائے گئے سامان کو موسم کی صورتحال دیکھ کر دوبارہ ترتیب دیا جائے تا کہ بقیہ پروگرام اجتماع گاہ میں بخوبی ہو سکے۔ جناب احمد رضا خان صاحب نے بارش کے رکتے ہی اجتماع گاہ اور طعام گاہ کو دوبارہ مزین کرنے کا فیصلہ کیا اور مختصر وقت میں اجتماع گاہ نمازِ عشاء اور بقیہ پروگرام کیلئے تیار کرائی۔ نمازِ عشاء اجتماع گاہ میں ادا کی گئی اس کے بعد رات کا کھانا پیش کیا گیا۔

سالانہ کنونشن 2013ء کا آخری پروگرام محفلِ سماع رات گیارہ بجے شروع ہوا۔ محفلِ سماع سے قبل ہی تمام حاضرین کو سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں رائج محفلِ سماع کے قواعد و ضوابط اور آداب سے آگاہ کر دیا گیا۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی سٹیج پر جلوہ افروز ہوئے آپ کے دائیں طرف جناب محمد یعقوب صاحب اور بائیں طرف جناب خالد محمود بخاری صاحب تشریف فرما تھے۔ محفلِ سماع میں رات 2 بجے چائے کا وقفہ ہوا جس کے بعد سحر پھوٹنے تک محفلِ سماع جاری رہی۔ اس کے اختتام پر جناب عزیز عارف صاحب نے سب کے ساتھ مل کر ترانہ توحیدیہ پڑھا۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی نے تمام شرکاء، ان کے عزیز و اقارب، دوست احباب، ملک و ملت، اور امتِ مسلمہ کیلئے دعا فرمائی۔ نمازِ فجر کا وقت تھا۔ آذان ہوئی، با جماعت نمازِ فجر ادا کی گئی۔ ناشتہ کے بعد بھائی پر سوز ماحول میں آپس میں بغل گیر ہو کر اپنے اپنے شہر، گاؤں اور قصبہ کی جانب روانہ ہوئے شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی مختصر آرام کے بعد باہر تشریف لائے جہاں انتظامی معاملات کے ذمہ داران ان کے ساتھ نشست کیلئے موجود تھے۔ اس طرح سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا سالانہ کنونشن 2013 شرکاءِ اجتماع کے قلوب کو گرما کر اور روح کو تڑپا کر اپنے دائمی اثرات پھیلائے تاریخ کا ایک روشن باب بن گیا۔

# اقبال کا تصور فقر

(ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی)

فقر کے ظاہری اور لغوی معنی تو افلاس محتاجی تنگدستی اور غربت کے ہیں مگر علامہ اقبالؒ اس کے ظاہری معنوں سے قطع نظر کرتے ہوئے اسکے اصلاحی معنی مراد لیتے ہیں یعنی استغنا یا اسباب ظاہری سے بے نیازی کیونکہ جہاں تک امت مسلمہ کا تعلق ہے استغنا کا رویہ ہی امت اور افرادامت کو کامیابی اور سربلندی کی معراج تک پہنچا سکتا ہے۔ حضرت علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ "پایا میں نے استغنا میں معراج مسلمانی" (بال جبریل ص 20)

فقر کا یہ مفہوم علامہ اقبال نے نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ سے اخذ کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی فقیرانہ اسلوب کا نمونہ اور فقر کی عملی تفسیر تھی۔ متعدد روایات میں بتایا گیا ہے کہ ادھر ادھر سے جو تحائف، ہدیہ یا مال و زرو جواہر آتے، آپ ﷺ اسے فی الفور تقسیم کر دیتے تھے۔ اپنے لئے یا گھر والوں کیلئے کچھ بھی نہ رکھتے تھے۔ ایک بار قریش مکہ نے پیشکش کی کہ ہم زرو جواہر لا کر آپ ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دیتے ہیں اسلئے ہمارے بتوں سے تعرض نہ کیجئے۔ آپ ﷺ نے اس پیشکش کو ذرہ برابر اہمیت نہ دی۔ دراصل اقبالؒ کے تصور فقر کا مفہوم اسوہ رسول ﷺ سے ہٹ کر سمجھنا ممکن ہی نہیں ہے۔

اقبالؒ کے نزدیک فقر ایسی متاع مصطفیٰ ﷺ ہے جو امت مسلمہ کو وراثت میں عطاء ہوئی ہے اور آپ ﷺ نے اپنی امت کو اس کا امانت دار اور نگران بنایا ہے۔ اقبالؒ فرماتے ہیں

فقر ذوق و شوق تسلیم و رضا است
ما امینیم ایں متاع مصطفیٰ است

(بحوالہ پس چہ باید کرد، ص 20)

چونکہ رسول اللہ ﷺ کو حجاز سے نسبت تھی اسلئے علامہ صاحب متاع فقر کو حجازی فقر کہتے ہیں۔

ہمت ہو اگر تو ڈھونڈ وہ فقر
جس فقر کی اصل ہے حجازی

(ضرب کلیم، ص 88)

یہاں بھی اشارہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے۔ جن کا طریق فقر آج بھی ہر مسلمان کیلئے ایک مثال اور نمونہ ہے۔ حضرت علامہ اقبالؒ اس فقر کی خصوصیات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں

اس فقر سے آدمی میں پیدا اللہ کی شان بے نیازی
یہ فقر غیور جس نے پایا بے تیغ وسناں ہے مرد غازی
مومن کی اسی میں ہے امیری اللہ سے مانگ یہ فقیری

علامہ اقبالؒ نے فقر غیور کی ترکیب، غیر اسلامی فقر کے متضاد کے طور پر استعمال کی ہے فقر غیور اور غیر اسلامی فقر دو ایسے مختلف اور متضاد رویے ہیں جو متوازن خطوط کی طرح کبھی آپس میں نہیں ملتے۔ بال جبریل کی نظم فقر میں دونوں اصناف فقر کا باہمی موازنہ کیا گیا ہے۔ ایک فقر کم ہمتی بزدلی اور پسپائی سکھاتا ہے۔ دوسری نوعیت کا فقر امانت وامارت کا راستہ دکھا کر فقیر کا رشتہ حضرت شبیرؓ سے جوڑتا ہے۔

اک فقر سکھاتا ہے صیاد کی نخچیری
اک فقر سے کھلتے ہیں اسرار جہانگیری
اک فقر سے قوموں میں مسکینی و دلگیری
اک فقر سے مٹی میں خاصیت اکسیری
اک فقر ہے شبیری اس فقر میں ہے میری
میراث مسلمانی، سرمایہ شبیری

(بال جبریل 160)

نذیر نیازی کے نام 21 اکتوبر 1925ء کو لکھتے ہیں
"اسلام کی حقیقت فقر غیور ہے اور بس" ۔ ایک اور جگہ علامہ اقبالؒ نے فقر غیور کو عین اسلام قرار دیا ہے ۔ علامہ کے نزدیک اسلام اور فقر غیور پورے دین پر محیط ہے ۔

فقط اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر
دوسرا نام اسی دین کا ہے فقر غیور

(ضرب کلیم، ص 31)

علامہ اقبالؒ نے فارسی اور اردو شاعری میں قلندر، مرد قلندر، درویش بندہ درویش اور مرد کامل جیسے الفاظ وتراکیب کو فقر غیور کے معنوں میں فقیر کے متبادل اور مترادف کے طور پر استعمال کیا ہے ۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

قلندر جز دو حرف لا الہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا

(بال جبریل، ص 33)

گویا توحید مرد قلندر کا سرمایہ حیات ہے اور یہی فقر کی کلید ہے ۔ جب وہ لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے غیر اللہ کی نفی کرتا ہے تو اس میں اللہ کی شان بے نیازی پیدا ہو جاتی ہے ۔

حضرت علی ہجویریؒ نے اس کی تائید اس طرح فرمائی ہے کہ ذات خداوندی کے ماسوا تمام چیزوں سے دل کو فارغ رکھنے کا نام فقر ہے ۔ آپؒ نے ایک بزرگ ابوسعید کا قول نقل کیا ہے کہ "اصل فقیر وہ ہے جو اللہ کے ساتھ غنی ہو یعنی اللہ اسے کافی ہو" ۔ اور وہ خود کو اللہ کے سوا کسی کا بندہ نہ سمجھے نہ وہ کسی سے ڈرے نہ کسی سے دبے نہ کسی سے توقع رکھے ۔"

**"پیش فرعونے سرش افگندہ نیست "**

کے مصداق نہ وہ کسی کے سامنے سر کو جھکائے ۔

فقر ایک روحانی کیفیت ، ایک رویہ ہے جس کی رو سے فقر فرد کے اندر ایک خاص قسم کا

وقار، ایک خاص قسم کا میلان، بے نیازی پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ وہ مال و دولت مادی طرز فکر، حبّ دنیا، ہوس جاہ و منصب اور آل اولاد کی محبت سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ وہ صرف ذات واحد پر ایمان رکھتا اور اسی پر بھروسہ کرتا ہے۔ اسلئے علامہ اقبالؒ کے نزدیک مقام و مرتبہ سکندر و دارا جیسے معروف حکمرانوں اور شاہوں سے بھی بلند و برتر اور اونچا ہوتا ہے بشرطیکہ اس کی فقیری میں اسوہ رسول ﷺ اور اسوہ صحابہؓ کے آثار پائے جاتے ہوں۔

**زندگی** کا راز یہ ہے کہ آدمی اس بات کو جان لے کہ وہ ہر وقت موت کے کنارے کھڑا ہوا ہے۔ ایسی موت جس کے ساتھ ہی آدمی، حدیث کے الفاظ میں یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں داخل ہو جاتا ہے، یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھے میں جا گرتا ہے۔ آدمی کا ہر قدم اس کو دو انتہائی انجام میں سے کسی ایک انجام کے قریب پہنچا رہا ہے۔ مگر انسان اتنا بے حس بنا ہوا ہے کہ اس کو اس کی خبر نہیں۔

لوگ جھوٹی خدا پرستی پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں۔ حالانکہ آخرت میں صرف حقیقی خدا پرستی کام آئیگی۔ حقیقی خدا پرستی یہ ہے کہ آدمی اس طرح اللہ تعالیٰ سے ڈرنے لگے کہ وہ اس کے ذہن پر چھا جائے، وہ اس کے صبح و شام کا نگران بن جائے۔ وہ جو کچھ کرے یہ سمجھ کر کرے کہ وہ اللہ کے سامنے ایسا کر رہا ہے۔ اس کو دنیا سے زیادہ آخرت کی فکر ستانے لگے۔

(مرسلہ: محمد قاسم توحیدی)

# رات

(واصف علی واصفؒ)

انسان کی زندگی میں جتنے دن ہوتے ہیں اتنی ہی راتیں ہوتی ہیں یوں انسان کی نصف زندگی روشنی میں گزرتی ہے اور نصف اندھیرے میں۔

دن کے اجالے اپنے ساتھ اپنے مسائل لاتے ہیں۔ انسان پر کسب معاش کی فکر سورج کی روشنی کے ساتھ نازل ہوتی ہے۔ انسان تلاش معاش کے سلسلے میں گھر سے نکلتا ہے جس طرح پرندے آشیانوں سے نکلتے ہیں۔ دن کی روشنی حقائق کی روشنی ہے، تلخ ہے۔ انسان کچھ بھی تو نہیں چھپا سکتا۔ اس کا چہرہ، اس کے حالات اور اس کی حالت کا آئینہ بن کر احباب و اغیار کے روبرو ہوتا ہے۔ انسان کا سہما ہوا خوف زدہ دل ہرن کی طرح اوٹ اور پناہ تلاش کرتا ہے لیکن سورج کی روشنی اس کے تعاقب میں ہوتی ہے اور یوں انسان بھاگتا ہے اپنے سائے سے ڈرتا ہوا۔ اپنے سائے کی تلاش میں کوسوں فاصلے طے کرتا ہے اپنے حاصل کی آرزو میں اپنی محرومیوں کا مسافر دن کی روشنی میں بے چین رہتا ہے۔

رات آتی ہے، محنت کے زخموں سے چور جسموں کو نیند کی مرہم عطا کرنے کے لیے انسان کے لیے دھوپ سے تپتے صحرا میں نخلستان کی راحت رات کے دم سے ہے۔ رات پُر اسرار دامن میں بے پناہ خزانے سمیٹ کر لاتی ہے جنہیں وہ اہل دل حضرات کی خدمت میں پیش کرتی ہے۔ سونے والوں کو رات لوری دیتی ہے جاگنے والوں کی حدی خواں ہے۔ رات عجب راز ہے یہ راز سب پر آشکار نہیں ہوتا رات انکشاف زمان و مکاں کرتی ہے، رات کو وقت کے لامحدود فاصلے سمٹ جاتے ہیں۔ رات کے پاس بڑے طلسمات ہیں۔ یہ کبھی لمحے کو صدیاں بنا دیتی ہے، کبھی صدیوں کو ایک لمحہ۔ رات کے پاس وہ قوت ہے کہ یہ ازل اور ابد کو بیک وقت ایک نقطے پر اکٹھا کر دیتی ہے۔

راتوں کو جاگنے والے ماضی، حال اور مستقبل کی تقسیم سے بے نیاز ہو جاتے ہیں غواصانِ شب رات کی گہرائیوں سے انمول موتی نکال لیتے ہیں مشاہدات وحقائق کے موتی۔

یہ حقیقت ہے کہ انسانی زندگی کو احساس و لطافت کی دولت رات کو ملتی ہے انسانیت کا عروج راتوں کو ہوتا ہے بیدار راتیں اشکبار راتیں۔اور پھر ہر عروج کا انتہائی عروج معراج رات کا عطیہ ہے۔اللہ نے اپنے بندے کو رات کے عالم میں ہُو کے عالم میں سیر کرائی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک بلکہ مکان سے لامکان تک۔اللہ سیر کرائے اپنے محبوب کو تو کیا کیا کرشمہ نہ دکھایا ہوگا۔کون سا زمانہ ہے جو آپ ﷺ کے روبرو نہ لایا گیا ہوگا۔راکب وقت جب زمام گردش کھینچ لے تو کونسی وسعت ہے جو دامن رحمت کے سائے سے نہ گزرے اور کونسا زمانہ ہے جو محتاج نگاہ رحمت عالم نہ ہو رفعتوں اور وسعتوں کو طے کرنے والی نگاہ میں آج بھی وقت کے فاصلے حائل نہیں۔

رات کا اعجاز یہ ہے کہ آج بھی پکارنے والوں کو جواب ملتا ہے۔چشم تمنا رات کو چشم گوہر بار بنتی ہے۔چشم بینا بنتی ہے۔انسان اور حق کی ذات کا تقرب رات کو ہوتا ہے۔سجدوں کو قبولیت کی سرفرازی حاصل ہوتی ہے۔مضطرب پیشانیوں کو راحت سنگ درنصیب ہوتی ہے۔ رات کا عالم عجب عالم ہے خاموشی گویا ہوتی ہے۔سکوت نغمہ سرا ہوتا ہے۔سناٹے بولتے ہیں ہم کلام ہوتے ہیں۔آئینوں سے عکس آئینہ باہر نکلتا ہے اور صحرائے تشنہ بھی قلزم رحمت سے ہم کنار ہوتا ہوا سیراب ہوتا ہے۔سرشار ہوتا ہے۔

رات کی نوازشات کے قصے اہل دل اور اہل باطن کی زندگی کا اثاثہ ہیں رات کی تنہائی میں انسان کی آنکھ سے ٹپکنے والے آنسو زمانے بدل دیتے ہیں۔طوفان کا رُخ موڑ دیتے ہیں آہ فغاں نیم شب کے سامنے کوئی مشکل نہیں رہتا ہر ناممکن، ممکن ہو جاتا ہے۔

رات کی خوشبو ہر خوشبو سے بہتر ہے یہ خوشبو افلاک سے نازل ہوتی ہے۔رحمت کی خوشبو کائنات کی خوشبو بلکہ حسن ذات کی خوشبو کاروان شوق کی رہنما ہے۔جذب و مستی کی تمام رنگین داستانوں کا حرف اول اور حرف آخر یہی خوشبو ہے۔

جب انسان اپنے درد، کرب اور غم واندوہ کے بوجھ رات کے خاموش آنگن میں اتارتا ہے تو اسے عجیب احساس ہوتا ہے۔ رات ہی اسے سمجھاتی ہے کہ اے ناسمجھ انسان! جسے تو اپنے لیے کرب وابتلا سمجھ رہا ہے یہی تو تیرا حاصل ہے یہی ہے تیرے لیے تیرے مالک کی طرف سے دولت گرانما۔ یہ انسان رات کی گود میں ہنستا ہے اور روتا ہے اور رات اسے پیش کرتی ہے اس ہستی کے روبرو جس کو غم زدوں سے پیار ہے اور یوں رات ایک عظیم محسن بن کر شعور کی زندگی میں داخل ہوتی ہے محدود کو لامحدود سے نسبت راتوں کو پیدا ہوتی ہے۔

انسان رات کے عالم میں کائنات کے بہت قریب ہوتا ہے وہ کائنات سے واصل ہوتا ہے۔ وہ ذرے ذرے کے ساتھ شامل ہوتا ہے وہ ہر ستارے کی جھلملاہٹ سے جلتا بجھتا رہتا ہے وہ چاند دیکھتا ہے اور چاندنی سے کھیلتا ہے وہ اداس موسم کا خوشگوار پھل حاصل کرتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ ستارے کروڑوں ستارے پاس پاس نظر آتے ہیں اور ایک دوسرے سے کتنے دُور ہوتے ہیں۔ اپنے اپنے مدار میں گردش کرنے والے ہمیشہ اپنے اپنے مدار میں ہی رہتے ہیں یہی کائنات کا حسن ہے اور یہی اس کی بقا کا راز لیکن انسان کی دنیا اور اس کا رازِ بقا الگ ہے یہاں اپنا مدار اپنا نہیں ہوتا۔ اپنی ذات اپنی نہیں ہوتی کچھ بھی تو اپنا نہیں ہوتا۔

کسی کا کہا ہوا کسی اور کا علم ہے۔ ایک کا چہرہ دوسرے کی تمنا ہے۔ دل اپنا ہوتا ہے اور اس میں درد دوسروں کا ہوتا ہے۔ یاد کسی کی ہوتی ہے سرمایہ حیات کسی اور کا۔ انسان کی کائنات تو یہ ہے کہ اس کی کمائی بھی اُس کی اپنی نہیں اُس کی ذات بھی اس کی اپنی نہیں۔ اس کی خلوت بھی اس کی اپنی نہیں اس کی جلوت بھی اس کی اپنی نہیں۔ جبینِ شوق اس کی ہے سنگِ در کسی اور کا۔ دل اُس کا لیری کسی اور کی۔ آنسو اُس کے عاقبت کسی اور کی رتجگے کسی کے چراغ کسی کے انسانی کائنات مربوط ہے مبسوط ہے۔ ستاروں کی کائنات تنہا ہر ستارے کا راہگذر الگ۔ سب کے مدار الگ یہ حسن کائنات ہے۔ لیکن انسان کی کائنات، کائنات حسن ہے ہمہ رنگ ہمہ جہت اور ہمہ سمت سب کی کائنات سب کے لیے۔

رات انسان پر نزول افکار کا ذریعہ ہے رات کی عبادت افضل عبادت ہے جس کی رات بیدار ہو جائے ۔اس کا نصیب جاگ اٹھتا ہے ۔رات انسان کا لباس ہے ۔انسان پر تیرگی کا لباس ہر لباس کو یکساں کر دیتا ہے۔

رات کو رُوح کے حجابات اٹھتے ہیں انسان کی رُوح رات کو انسان سے ہم کلام ہوتی ہے خود شناسی اور خود فہمی کے مراحل رات کو آسان ہوتے ہیں ۔رات بہت بڑا راز ہے ۔صحرا کے مسافر پر جب رات اترتی ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ کون ہے اس خوبصورت کائنات کو بنانے والا اتنی بڑی تنہائی میں انسان رات سے باتیں کرتا ہے، رات سُنتی ہے اور خاموش رہتی ہے یہ عمل جاری رہتا ہے اور پھر یکا یک رات بولتی ہے اور انسان سنتا ہے ۔سنتا ہے اور خاموش رہتا ہے دیکھتا ہے اور کسی کو دکھا نہیں سکتا کہ اس نے کیا دیکھا رات کا راز پہاڑوں پر آشکار ہوتا ہے ۔اونچے اونچے پتھر یلے پہاڑ ہوا کی سائیں سائیں انسان اور رات، رات اور انسان ہم کلامی کا دور جاری رہتا ہے۔

رات خود کسی معصوم کی رُوح ہے کائنات پر محیط روح انسان سے ہم کلام ہونے کیلئے بیتاب روح انسان کو پکارتی ہے نیند میں ڈوبے ہوئے انسان کو جاگنے والی رات پکارتی ہے اس کا نام لے کر کہ اے غافل سن میں بول رہی ہوں دیکھ میں جلوہ آرا ہوں ۔محسوس کر میں تیرے قریب ہوں بہت قریب اور تو نیند میں مجھ سے دُور ہے، بہت دُور۔

رات کا اعجاز عجب اعجاز ہے انسان پر دعا اور دعا کی مقبولیت کا راز منکشف ہوتا ہے رات کے پاس بڑے خزانے ہیں بیدار راتیں قوموں کے روشن مستقبل کی ضامن ہیں ۔انسان پر عرفان ذات کی منزلیں آسان کرنے کا دعویٰ ہے رات کے پاس ۔رات کو زمین اور آسمان کے فاصلے ختم ہو جاتے ہیں یہاں وہاں کی تمیز ختم ہو جاتی ہے خاموش الفاظ بولتے ہیں رات کو خوش نصیبوں کی آنکھ تر ہوتی ہے اور ان کا دل معمور ہوتا ہے ان کے اذہان روشن ہوتے ہیں اُن پر لوح قلم کے رموز مخفی آشکار ہوتے ہیں دنیا علم و عرفان کے عظیم شاہکار رات کی تخلیق ہیں ۔

خوش بختوں کی رات نجات و مناجات کی رات ہے شب فراق ہو یا شب وصال

بیدار رات انسان کے عروج کا قصہ ہے۔سکوت دو جہاں میں انسان کی فغاں مکین لامکان کے حضور پہنچتی ہے اور پھر یہ رات لیلۃ القدر بن کر انسان کے مقدر کو بناتی ہے آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں افکار نازل ہوتے ہیں کبھی "مثنوی اور کبھی" سیف الملوک" تحریر ہوتی ہے شاعر صرف جاگتا ہے باقی کام رات خود کرتی ہے فقیر بیدار ہوتا ہے فقر خود نازل ہوتا ہے۔

رات کو سجدہ گاہ جلوہ گا ملتی ہے۔بگڑی سنور جاتی ہے۔رات کبھی کبھی ناراض بھی ہوجاتی ہے پھر غضب ڈھاتی ہے ابتلا کی رات انسان کے سر پر آسمان گرتا ہے اور وہ کچھ کہہ نہیں سکتا۔ انسان درد میں مبتلا ہوتا ہے وہ کراہتا ہے۔کرب درد میں تفکرات میں اندیشوں میں رات بے حس ہوتی ہے۔بے یقین انسان رحمت سے مایوس انسان ایمان سے عاری انسان رات کی بات نہیں سمجھ سکتا اس کے لیے صرف دعا ہے۔

یہ دعا صاحبان نصیب پر فرض ہے صاحبان علم وعرفان دعا ہی تو کرتے ہیں درد سے تو وہ بھی گزرتے ہیں لیکن ان کو یقین کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ان کے باطن میں ایمان و اُمید کے چراغ جلتے ہیں۔وہ درد کو متاع بے بہا سمجھ کر سینے سے لگاتے ہیں اور اپنے محسنوں کو دعا دیتے ہیں۔رات انسان کو درد کی بھٹی سے ہی گزارتی ہے۔جو اصل ہے کندن بن جاتا ہے اور نقل بھسم ہوجاتا ہے۔یقین عرفان بن جاتا ہے اور بے یقینی محروم ایمان ہوجاتی ہے مایوسی بن کر اپنی نوحہ گر ہوتی ہے۔اپنے مستقبل پر یقین نہ ہو تو شب بیداری عذاب ہے۔شب بیداری بیدار مغز بیدار بخت انسان کے لیے نعمت ہے عطائے پروردگار ہے۔

احسان ہے خالق کا اُن لوگوں پر جن کو بیدار راتوں کا نصیب ملا ہے۔نالہ ہائے نیم شبی وجود آدم کی مقدس ترین عبادت کا نام ہے۔انسان دل والے انسان یقین و ایمان والے انسان کے آنسو نیم شب کے آنسو ستاروں سے زیادہ روشن اور شبنم سے زیادہ پاکیزہ ہوتے ہیں۔ انہی اشکوں کے دم سے آباد ہے یہ دنیا۔دنیائے علم و آگہی،دنیائے عرفان،دنیائے باطن اور دنیائے حقیقت!!

# عورت کی پانچ خوبیاں

(محترمہ شبانہ بانو صاحبہ)

دنیا کے سب بڑے معلم و ہادی محمد عربی ﷺ نے بیوی کی چار خوبیوں کا ذکر مختصر اور جامع جملوں میں بیان فرمایا ہے اور پانچویں سنت اور خوبی کا دوسری حدیث میں ذکر کیا ہے یعنی اگر شوہر کوئی حکم دے جو خلاف شرع نہ ہو تو اسکی بات مانے، اگر شوہر اسکی طرف دیکھے تو اس کو خوش کردے، اگر شوہر کسی کام پر قسم کھا بیٹھے کہ ضرور تم ایسا کروگی تو وہ کام شرعاً جائز ہو تو اسکی قسم سچی کرے، یعنی اس پر عمل کرے، اگر شوہر کہیں چلا جائے اور وہ اس کے پیچھے گھر میں رہ جائے تو اپنی جان اور اس کے مال کے بارے میں اسکی خیر خواہی کرے۔ ان فرمان نبوی ﷺ پر اگر کوئی عورت عمل کرے اور اسکی روشنی میں زندگی بسر کرے تو اس کی زندگی کامیاب بن جائیگی اور سارا گھر جنت بن جائے، اور سارا جھگڑا ختم ہو جائے، ان صفات کی تفصیل بچشم عبرت ملاحظہ فرمائیں۔

## پہلی صفت

پہلا درس زندگی جو رشتہ ازدواجیت میں منسلک ہونے کے بعد حضور اکرم ﷺ نے دیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر تمہارا رفیق حیات کوئی حکم دے تو اسکی اطاعت و فرمانبرداری کرو بشرطیکہ وہ ممنوعات شرعیہ میں سے نہ ہو، اگر شوہر کسی ایسے کام کے کرنے کا حکم دیتا ہے کہ جس کو اللہ و رسول ﷺ نے نہ کرنے کا حکم دیا ہے تو اس امر میں شوہر کی اطاعت نہ کی جائے گی، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشادگرامی ہے: **لا طاعة للمخلوق في معصية الخالق**

لیکن اگر کوئی ایسا حکم ہو جس کی شریعت نے کرنے کی اجازت دی تو اس کی بجا آوری تو ہر حال میں لازم ہے، جیسے نماز پڑھنے کا حکم، نفلی روزے کا حکم دے، کفایت شعاری کا حکم دے تو اسکی بجا آوری کرے اس سے کنارہ کشی اختیار نہ کرے اور اگر گناہوں کی مجالس میں جانے کا حکم دے تو ہرگز اس کو عملی جامہ نہ پہنائے، بیوی کو ہر وہ کام کرنا چاہیے جس میں شرعاً کوئی حرج نہ ہو،

اور شوہر کی رضا جوئی اور خوشنودی کا باعث ہوتا کہ اس کی محبت شوہر کے دل میں پیدا ہو جائے اور جب بیوی کام کرے گی جو شوہر کی خوشی کا باعث ہو تو لامحالہ وہ شوہر کے دل میں رہے گی، شوہر اس کا غم خوار دوست ہے، اس پر جان فدا کرنے والا بن جائیگا، شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری خوشی و رضا جوئی حاصل کرنے کیلئے دن رات کوشاں رہے، اگر شوہر کے چہرے پر رنج وغم اور حزن وملال کے آثار دیکھے تو بے قرار ہو جائے اور ساتھ غمگین ہو جائے اور اسکے خوش ہونے کے ساتھ خوش ہو جائے اس کے ہنسنے کے ساتھ ہنسے اور اس کے رونے کے ساتھ روئے۔

## دوسری صفت

شوہر اس کی طرف دیکھے تو اس کو خوشی حاصل ہو، اس کو روحانی سرور کیف میسر آئے، اپنا بناؤ سنگھار، طور طریقہ، عادت و کردار شوہر کی مرضی کے مطابق رکھے، اس معاملہ میں شوہر کی مزاج شناس ہو، اگر وہ سادگی پسند ہے تو سادگی اختیار کرے اگر وہ زیب و زینت کو پسند کرتا ہے تو زینت و آرائش کو اختیار کرے، یعنی پہننے میں رہنے سہنے میں شوہر کے مزاج کو پہچانے، جب وہ محنت و مشقت سے کما کر آئے یا آفس سے محنت و مشقت کر کے آئے تو اپنی بھرپور مسکراہٹ سے اسکی تھکن دور کرے۔

## تیسری صفت

اگر شوہر کسی بات پر قسم کھالے جس کا انجام دینا بیوی سے متعلق ہو مثلاً یہ کہ تم ضرور میری والدہ کے پاس چلو گی، یا فلاں بچے کو نہلاؤ گی، تہجد کی نماز ادا کرو گی تو اس کی بیوی اس کی قسم پوری کرے۔ شوہر کا اس طرح تاکید کے ساتھ کسی کام کا حکم دینا ظلم و زیادتی کیلئے نہیں ہوتا، بلکہ غائت درجہ محبت والفت اور ناز کی وجہ سے ہے جو تعلق خاص کی علامت ہوتی ہے۔ جس پر ناز ہے اسی سے کہا جاتا ہے کہ ایسا کرو یا فلاں کام کرو۔ لہذا جن عورتوں کو اپنے شوہروں سے اصلی اور قلبی تعلق ہوتا ہے وہ شوہر کو راضی رکھنے کا خاص خیال رکھتی ہے۔ لہذا میاں بیوی کیلئے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کی خواہشوں کا احترام کریں۔ بیوی شوہر کا کام اپنا کام سمجھے تو اس کا ہر دن بہار کا دن ہوگا۔

## چوتھی صفت

شوہر کہیں چلا جائے اور بیوی کو گھر پر چھوڑ جائے جیسا کہ اکثر ہوتا ہے تو بیوی کا یہ فریضہ ہے کہ اپنی جان اور شوہر کے مال کے بارے میں وہی روّیہ اختیار کرے جو اس کے سامنے رکھتی تھی۔ غیرت مند شوہر کو یہ بات بالکل ناپسند ہے کہ اس کی بیوی کسی غیر مرد کی طرف دیکھے یا غیر مرد کے سامنے آئے، اس سے آنکھ ملائے یا دل لگائے وغیرہ۔ جب شوہر گھر میں ہوتا ہے تو عورت اس کی بیوی بن کر رہے، اسی طرح جب وہ کہیں چلا جائے تو اس کو اپنا شوہر جانے اور اسکی بیوی بنی رہے، اور اس کو اپنے جذبات کی تسکین کا مرکز اور پریشانیوں کے حل کا محور خیال کرے، اس کی غیر موجودگی میں اس کے مال اور اپنی جان کی حفاظت کرے، ایسا نہ کرے کہ اس کا مال لٹادے یا بے جا خرچ کر ڈالے یا اپنے میکے پہنچادے یا بغیر شوہر کی اجازت کے اپنے عزیز و اقارب کے خرچ پر لٹادے، اگر شوہر کی اجازت کے بغیر ایسا کردے تو خیانت کرنے والی ہوگی۔ لہذا عورتوں کو چاہیے کہ مردوں کے مال کو ضائع نہ کریں۔ جس چیز کی ضرورت ہے اس کے بغیر کام نہیں چل سکتا ہے وہی خریدے اور جب شوہر آجائے تو اس کو خبر دے دے، ورنہ بغیر ضرورت کوئی چیز نہ لے، اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں نیک عورتوں کی صفات میں ایک صفت یہ بھی ارشاد فرماتا ہے "یعنی مردوں کی غیر موجودگی میں بحفاظت (توفیق الٰہی) اس کی آبرو، و مال کی نگہداشت کرتی رہیں"۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کے لئے یہ وصف لازم قرار دیا ہے اور اس کے ذمہ یہ فرض عائد کیا ہے کہ جب شوہر موجود نہ ہو تو خود اپنی حفاظت کرے کہ گناہ میں مبتلا نہ ہو، اور شوہر کا جو مال ہے اسکی حفاظت کرے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے "عورت شوہر کے گھر کی نگہبان ہے" یعنی شوہر کے مال و متاع کی حفاظت کی ذمہ داری عورت پر ہے۔

## پانچویں صفت

حضرات صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ کونسا مال بہتر ہے؟ جسے ہم حاصل کر لیتے تو اچھا ہوتا، اس پر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "افضلہ لسان ذاکر و قلب شاکر و زوجة

مـومنة تعینه علی ایمان "۔ یعنی سب سے بہتر مال ذکر الٰہی کرنے والی زبان ہے اور شکر ادا کرنے والا دل اور ایمان دار بیوی ہے"۔ جو شوہر کے ایمان پر مدد کرے، ایمان پر مدد کرنے کی تشریح فرماتے ہوئے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ایمان پر مدد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بیوی شوہر کی دینداری کی فکر کرے اور اوقات مقررہ میں اس کو نماز، روزہ یاد دلاتی رہے اور دیگر عبادات پر آمادہ کرے، زنا اور ہر قسم کے گناہ سے باز رکھتی ہو۔ درحقیقت ہمارے بدلتے ہوئے ماحول اور بگڑتے ہوئے معاشرے کو ایسی خواتین کی ضرورت ہے جو دین کے احکام پر کاربند ہوں اور شوہر اور اولاد کو دیندار بنانے کی فکر میں رہتی ہوں۔

دوسری چیز جو اس حدیث پاک میں بتائی گئی ہے وہ ہے قلب شاکر، دل ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرے، اس لئے علماء کرام نے فرمایا کہ اگر عورتیں اپنے دلوں کو شکر کرنے والا بنالیں تو دنیا میں عورت کو یہ انعام ملے گا کہ گھر سے جھگڑے ختم ہوجائیں گے۔ شکر بہت بڑی نعمت ہے۔ حکماء کہتے ہیں کہ بدبختوں کے خصائل رذیلہ میں سے کوئی خصلت کفران نعمت سے بڑی نہیں ہے، یعنی برائیوں میں سب سے بڑی بُرائی نعمت کی ناشکری ہے اور نیک بختوں کے اوصاف حمیدہ میں شکران نعمت سب سے اچھی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے" لـئن شکرتم لا زیدلکم لہٰذا تمام اسلامی بہنوں سے گزارش ہے کہ وہ پیارے آقا ﷺ کی باتوں پر عمل کریں اور شریعت کے دائرے میں رہ کر باعزت زندگی گزاریں۔

## ارشادات عالیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ (تعمیر ملت)

قناعت یہ ہے کہ ہر حال میں خوش رہو اور برابر ترقی کی کوشش کرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری کوششوں کو ضرور بارآور کرے گا۔ جو آدمی ہر حال میں خوش رہتا ہے اس کے قوائے عمل کبھی سست نہیں ہوتے۔ جو کام بے دلی اور سستی سے کیا جاتا ہے اس میں کامیابی نہیں ہوتی لیکن جو کام جوش و خوشی سے کیا جاتا ہے اس میں کامیابی ہوتی ہے

# وقت کی اہمیت

(مرسلہ: شہزاد محمود)

کسی مسلمان کا اچھا ہونا اس کے اعمال و کردار سے عیاں ہوتا ہے اور اسکے اعمال و کردار میں حسن اور نکھار تبھی آئیگا جب اسکی زندگی سے وہ تمام فضول مشاغل اور پروگرام خارج ہوجائیں گے جن کا نہ کوئی دنیا میں فائدہ ہے اور نہ آخرت میں۔ انسانی زندگی بڑی قیمتی ہے۔ مسلمان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ عبادت ہے اسے فضول اور بے کار ضائع نہیں ہونا چاہیے۔

بندہ مومن کے اندر ایمان واسلام کا حسن، روشنی اور چمک اُسی وقت نظر آئے گی جب وہ ہر قسم کے لغویات، فضول گفتگو اور بیکار باتوں سے احتراز کرنے لگے گا۔ بدقسمتی سے آج ہمارا یہ حال ہے کہ ہر فضول پروگرام ہماری زندگی کا اہم حصہ ہے اور " **وقت** " جیسی قیمتی چیز کی ہمیں ذرا بھی قدر نہیں ہے۔ SMS چیٹنگ، کرکٹ میچ دیکھنا، تاش، کنسرٹس، میوزیکل شو، نوجوانوں کے پسندیدہ مشاغل ہیں جبکہ ڈش، کیبل اور انٹرنیٹ نے رہی سہی کسر بھی نکال دی ہے۔ عقلمند کو چاہیے کہ وہ اپنے اوقات کا خوب خیال رکھے اپنی زبان کی حفاظت کرے۔ کلام فقط اتنا کرے جتنا ضروری ہو۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ جس نے وقت کا حق پہچان لیا، اس نے زندگی کی حقیقت پالی کیونکہ وقت ہی زندگی کا دوسرا نام ہے۔ حضرت جنید بغدادی وقت اور احتساب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ تم ہر لمحے یہ دیکھتے رہو کہ اللہ کے کتنے قریب ہوئے، شیطان سے کتنے دور ہوئے، جنت کے کتنے قریب ہوئے اور دوزخ سے کتنے دور ہوئے۔

اگر انسان اپنی زندگی کے ہر دن کو آخری دن سمجھے اور ہر لمحہ جواب دہی کے احساس میں گزارے تو بہت سارے کام اس احساس کے باعث قوت عمل پیدا ہونے کی وجہ سے پورے ہوجائیں گے۔

# قانونِ مکافات

(سید مدثر حسن)

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو پیدا کیا تو اس کی حیوانی زندگی کو بھی عام حیوانات کی طرح قانون کا پابند بنادیا ۔مثلاً حیوانات کو بھی بھوک پیاس لگتی ہے اورانسان کو بھی ۔توالدو تناسل اور بقائے نسل کے جو اُصول حیوانات کے لئے مقرر ہیں وہی انسانوں میں بھی کارفرما ہیں البتہ حیوانوں اورانسانوں میں ایک فرق یہ ہے کہ انسانی عقل ترقی پذیر ہے اور حیوانی عقل محدود دوسراانسان کو بھلے اور بُرے کی تمیز بھی دی گئی ہے جس سے حیوان محروم ہیں اس کے ساتھ اس کو اختیار و اِرادہ کی آزادی بھی دی ہے جو صرف انسان کا خاصہ ہے یہاں تک کہ اللہ کی ایک بہترین مخلوق ملائکہ بھی اپنے ارادے یاپسند سے کچھ نہیں کر سکتے بلکہ کُلیتاً ارادہ الٰہی کے تابع ہیں اور اس سے سرِ مو انحراف نہیں کر سکتے!

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اختیار و ارادہ کا شرف عطا فرمانے کے ساتھ بذریعہ وحی اُن قوانین سے بھی آگاہ کر دیا ہے جو تعمیر و تخریب کے موجب ہیں اس نے واضح طور پر بتادیا کہ کن اعمال کا نتیجہ اس کے حق میں مفید اور بہتر ہوگا ۔اور کن اعمال کا نتیجہ اس کے حق میں خراب اور تباہ کن ہوگا ۔ساتھ ہی ساتھ اس امر کی بھی وضاحت کردی کہ انسان کو اپنے لئے عمل کی راہ اختیار کرنے کی آزادی تو ہے لیکن اعمال کے نتائج تبدیل کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے اعمال کا نتیجہ بہرحال اور بہرصورت قوانین خداوندی ہی کے مطابق مرتب ہوکر رہیگا اور یہی وہ نکتہ ہے جسے ہم ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کیونکہ اسی پر ہمارے معاشرے کی اچھائی اور برائی کا انحصار ہے ۔ہر عمل کے قدرتی نتیجے کو مکافاتِ عمل کہتے ہیں دین اسلام کا سارا مدار قانونِ مکافات ہی پر ہے ۔

خارجی کائنات میں قوانین فطرت کی کارفرمائی کے متعلق نہ کسی کو کوئی شبہ ہے نہ کسی قسم کا

اعتراض جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں سائنس کا سارا مدار ہی ان طبیعی قوانین کی پختگی اور پائیداری پر ہے جو خدائے تعالیٰ کے مقرر کردہ ہیں اور جن کے متعلق ہر صاحب علم اعتراف کرتا ہے کہ وہ انسان کے بنائے ہوئے نہیں ہیں۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ جس طرح خارجی کائنات میں اللہ تعالیٰ کا قانون اور حکم نافذ ہے اسی طرح انسانوں کی معاشرتی زندگی کیلئے بھی قوانین واحکام پہلے سے مقرر ہیں جو بذریعہ وحی انبیاء علیہم السلام کو اور ان کے توسط سے نوع انسانی کو پہنچا دیئے گئے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ طبیعی قوانین میں ہمارے اختیار یا پسند و ناپسند کو کوئی دخل حاصل نہیں ہے جب کہ معاشرتی قوانین کو ہم اپنے ارادہ واختیار سے قبول یا رد کرسکتے ہیں تاہم اپنے نتائج کے اعتبار سے جس طرح طبیعی قوانین اٹل اور غیر متبدل ہیں اسی طرح معاشرتی اور تمدنی قوانین بھی مستقل اور غیر متبدل ہیں چنانچہ صدق اور سچائی کا انجام خیر ہے۔ کذب بیانی اور دروغ گوئی کا انجام شر ہے۔ زمین پر فساد، ظلم، حق تلفی وغیرہ کے نقصانات بھی یقینی ہیں اور حُسن سلوک، صلہ رحمی غربا پروری، عدل، عفوودرگزر اور حق رسانی وغیرہ کے فوائد بھی یقینی ہیں۔ طبیعی قوانین کی طرح یہ بھی قطعاً ناقابل تغیر وتبدل ہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ طبیعی قوانین کی خلاف ورزی کا نتیجہ اس وقت یا جلد سامنے آجاتا ہے جیسے کشتی میں وزن زیادہ ہوجائے تو فوراً ڈوب جاتی ہے سانس لینا مطلقاً بند کردیا جائے تو فوری ہلاکت واقع ہوجاتی ہے لیکن اخلاقی، معاشرتی اور تمدنی قوانین کی خلاف ورزی کے نتائج عموماً فوری طور پر برآمد نہیں ہوتے گویا اللہ تعالیٰ نے معاشرتی اعمال اور ان کے نتائج کے درمیان کچھ وقفہ یا فاصلہ رکھا ہے۔ ان کا قطعی نتیجہ اکثر فوراً سامنے نہیں آتا جس طرح زمین میں بیج ڈالنے کے بعد اس کی روئیدگی تو فوراً شروع ہوجاتی ہے لیکن پودا نظر اس وقت آتا ہے جب وہ سطح زمین سے بلند ہوجاتا ہے اسی طرح ہر عمل بھی شروع تو اُسی وقت ہوجاتا ہے لیکن نتیجہ سامنے آنے میں کچھ دیر لگتی ہے یہ مہلت کا وقفہ اس لئے رکھا گیا ہے تاکہ انسان کے اختیار وارادہ کی آزادی سلب نہ ہوجائے نیز اسے اعمال بد کی تلافی کا موقع بھی میسر آجائے۔

اللہ تعالیٰ کے طبیعی قوانین کی پختگی پر یقین رکھتے ہوئے یورپی اقوام کائنات کی

تسخیر میں لگ گئیں ۔اور جوں جوں وہ اس کے طبیعی قوانین کی تفصیلات کا علم پاتی جارہی ہیں اس کی مہم جوئی کا میدان بھی وسیع سے وسیع تر ہوتا جارہا ہے لیکن اپنے معاشرتی قوانین کو انہوں نے خدا کے بتائے ہوئے طریقے پر مرتب نہیں کیا ۔بلکہ اپنے پیش پا افتادہ اور ذاتی وقومی مفادات کے مطابق اور اپنے تغیر پذیر تجربات کی روشنی میں اپنی عقلوں کے ذریعہ مرتب کیا ہے اور اس میں کسی آسمانی ہدایت کی پابندی نہیں کی انسانی عقل چونکہ کوتاہ اور محدود ہے ۔اسلئے نہ تو تمام انسانوں کے درمیان حقیقی مساوات کا نظام مرتب کرسکتی ہے ۔نہ انسانوں کی مختلف طبقوں اور گروہوں کی جملہ مصلحتوں کو بیک وقت مدنظر رکھ سکتی ہے ۔انسان کے اپنے جذبات ومفادات قدم قدم پر آڑے آتے ہیں اور عادلانہ مساوات کے نظام سے اسے ہٹا دیتے ہیں ۔اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ تسخیر کائنات سے انہوں نے جولاتعداد فوائد یا بے شمار سہولتیں اور سامان راحت حاصل کئے وہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے معاشرتی وتمدنی قوانین سے روگردانی اور بے نیازی کی وجہ سے زمین میں فساد اور تباہی کا باعث بن گئے ۔دوسری طرف ہم ہیں جو ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن کائنات کی تحقیق وتسخیر سے بھی کنارہ کش ہو چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بنائے معاشرتی وتمدنی قوانین کے بارے بھی میں تذبذب کا شکار ہیں اور اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ بُرے عمل کا نتیجہ اچھا ہی نکل سکتا ہے حالانکہ کسی عمل کے دو متضاد نتائج مرتب نہیں ہو سکتے ۔بُرے اعمال کے نتائج بُرے ہی ہوتے ہیں اور صرف اچھے اعمال کے نتائج اچھے نکل سکتے ہیں ۔انسان کے ہر عمل کا نتیجہ اس قانون کے مطابق مرتب ہوتا ہے جو خدا نے اس کے لئے مقرر کیا ہے اسی کو خدا کے نظام عدل سے تعبیر کیا جاتا ہے اور خدا کا یہ نظام بھی غیر متبدل اور اٹل ہے ۔

لیکن یقیناً خدا عادل ہونے کے ساتھ ساتھ رحیم بھی ہے ۔بظاہر احوال عدل اور رحیم دو متضاد تصورات ہیں لیکن خدا کے رحم اور عدل میں ہرگز کوئی تضاد نہیں ہے ۔اُسے ایک مثال سے سمجھئے ۔ایک آدمی آگ میں انگلی ڈالتا ہے انگلی جل جاتی ہے یہ خدا کے قانون طبیعی کے تحت ہوتا ہے جو کلیتاً عدل پر مبنی ہے لیکن خدا نے ایسی چیزیں بھی پیدا فرمائی ہیں جن سے انسان نے

ایسی دوائیاں تیار کی ہیں جن کے استعمال سے جلی ہوئی انگلی ٹھیک ہو جاتی ہے۔ یہ خدا کی رحمت یا اس کا رحم ہے۔ آپ نے دیکھا کہ تدبیر کائنات میں خدا کا عدل اور رحم دونوں بیک وقت کارفرما ہیں البتہ خدا کی رحمت کو دعوت دینے کا بھی ایک معین قانون ہے جسے توبہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ توبہ کا اصل مفہوم بھی ایک مثال سے سمجھئے آپ نے کسی خاص مقام پر جانا ہے لیکن کسی دوراہے پر آپ غلط رُخ پر مڑ گئے لیکن جب آپ کو معلوم ہوا کہ آپ غلط راستے پر جا رہے ہیں تو پھر آپ اس دوراہے پر واپس آئیں گے اور وہاں سے صحیح راستے کی طرف دوبارہ چلنا شروع کر دیں گے۔ غلط راستے سے دوراہے پر واپس آنے کو توبہ کہا جاتا ہے اور پھر صحیح راستے پر گامزن ہونے کو عمل صالح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ انسانی زندگی میں اس طرح باز آفرینی کے لئے خدا کے قوانین مقرر ہیں اور ان پر عمل پیرا ہو کر خدا کے رحم کو بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔ بُرے اعمال کے تخریبی نتائج کے ازالے کی صورت یہ ہے کہ برائیوں کو ترک کیا جائے، زیادہ اچھے کام کیے جائیں۔ اس طرح برائیوں کے نتائج کو بھلائیوں سے دور کر دیا جائے تب ہی خدا کے رحم کا ظہور ہو گا۔ لیکن اگر توبہ نہ کی جائے، نہ عملاً برائیوں کو چھوڑا جائے اور اس کے باوجود اللہ کے رحم و کرم کی امید رکھی جائے تو اسے قرآن حکیم نے 'امانی' یعنی خواہشات یا خام خیالی قرار دیا ہے۔

ذرا غور فرمایئے کہ جب خدا نے فرما دیا کہ فلاں بُرے عمل کا نتیجہ بُرا نکلے گا۔ اور ہم پھر بھی یہ امید باندھے رہیں کہ خدا کے فضل و کرم سے وہ نتیجہ بدل سکتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم نے خدا کی بات پر اعتماد نہیں کیا۔ اس صورت میں ایمان کہاں رہا۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم اس کی مغفرت و رحمت کو بہانہ بنا کر بُرے عمل کرتے رہیں۔ بد معاملگی اور فریب دہی بھی کرتے رہیں، لین دین میں جھوٹ بھی بولتے رہیں۔ حقیقت میں یہ سوچنا ہی اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے کہ ہم غلط عمل بھی کرتے رہیں اور بُرے اعمال چھوڑے بغیر اللہ تعالیٰ سے معافی کی امید بھی رکھتے رہیں۔ غلط عمل کے بعد توبہ یعنی ان کو ترک کرنا اور آئندہ نہ کرنے کا عزم ایمان کا لازمی تقاضا اور اللہ کے عدل و رحم کے مابین

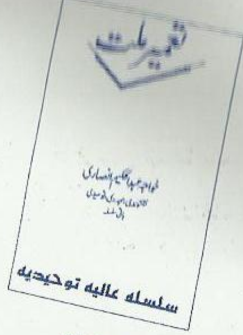
حسین توازن وامتزاج کا مظہر ہے۔لیکن بُرے اعمال کے ارتکاب کے بعد اگر صرف زبانی توبہ کی جائے لیکن نہ بُرے اعمال کو ترک کیا جائے، نہ عمل صالح سے تلافی کی جائے تو ایسی صورت میں اعمال کے نتائج وہی ظاہر ہوں گے جو خالق کائنات نے ان کے لئے مقرر کئے ہیں۔ہم کو اسی پر ایمان لانے کا حکم فرمایا گیا ہے ہم اپنے غلط نظریے اور رویے کی وجہ سے ایک طرف تو کائنات کی ان بیش بہا نعمتوں سے محروم ہیں جو تسخیر کائنات کے ذریعہ مغربی اقوام نے حاصل کر لی ہے اور دوسری جانب ایک متوازن وخوشگوار معاشرہ کی نعمتوں سے اس لئے محروم ہیں کہ ہم نے خدا کے عطا کردہ احکام کو بھی اپنے من گھڑت خیالات اور عقائد کے زیر اثر عملاً ترک کر رکھا ہے اور معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اور کن کن نعمتوں اور اُخروی انعامات سے بھی محروم رہیں گے اس لئے کہ آخرت کے لئے کھیتی تو یہ دنیا ہی ہے یہیں اگر نہ بویا تو وہاں کیا کاٹیں گے۔

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں

علامہ اقبالؒ

☆☆☆

# بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف




قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پید ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔




کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

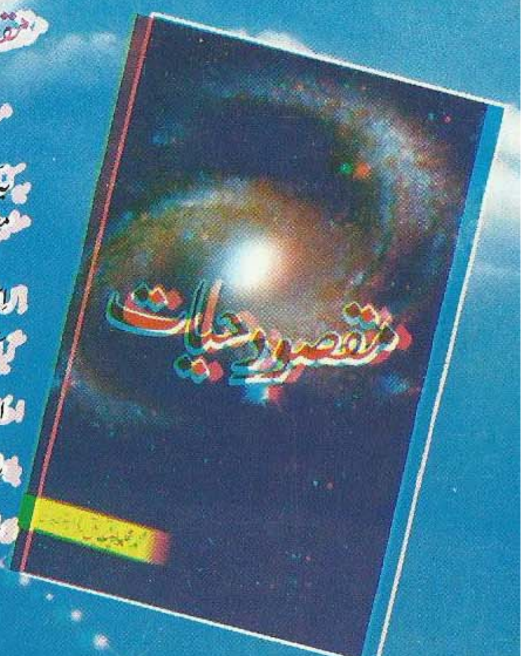



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔




وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔
مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں: ۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

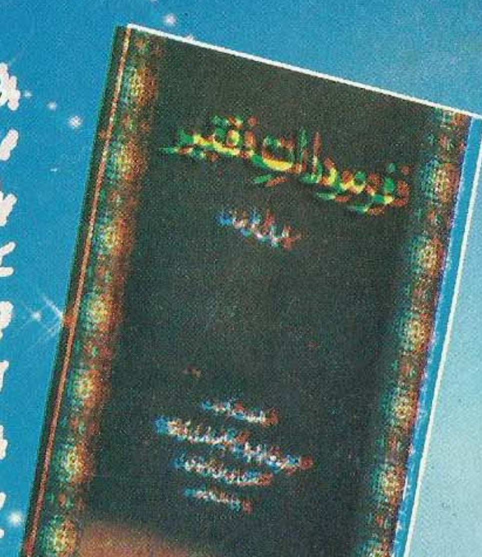
# مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات



## مقصودِ حیات

مصنّف: محمد صدیق ڈار توحیدی (شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ)

یہ کتاب شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب کے سالانہ خطبات پر مشتمل ہے۔ جو انہوں نے سلسلہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے۔ اس میں تصوف کی تعلیمات کو قرآن کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ تصوف اسلام اور قرآن سے باہر کی کوئی چیز نہیں بلکہ یہ عین قرآن کے احکامات کا نام ہے اور قرآن جس طرح کے بندہ مومن کی تصویر پیش کرتا ہے وہ بلاشبہ ایک سچے صوفی کا ہی روپ ہے۔ قرآن پاک کے حقیقی پیغام کو آسان پیرائے میں سمجھنے کیلئے یہ کتاب سالکانِ راہِ حق کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔



## فرمودات فقیر

مرتب: میاں [illegible] رضا

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ، خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ اور آپکے دوست اور محسن رسالدار محمد حنیف خانؒ کی سوانح حیات کیساتھ اس کتاب میں قبلہ انصاری صاحبؒ کی مجالس کا تذکرہ اور اپنے مریدوں کو مختلف اوقات میں لکھے ہوئے خطوط شامل کیے گئے ہیں۔

قبلہ حضرت کی مجالس میں بیان کیے گئے چھوٹے چھوٹے واقعات نہایت سبق آموز اور راہ سلوک کے مسافروں کے علاوہ عام قارئین کیلئے بھی یکساں دلچسپی کا باعث ہیں۔ آپکے لکھے ہوئے جوابی خطوط میں بھائیوں کیلئے دینی و دنیاوی اور روحانی مشکلات کے حل کا سامان موجود ہے۔ نہ صرف ان کیلئے جن کو یہ خطوط لکھے گئے بلکہ اب بھی ہر پڑھنے والے کیلئے فائدے کا سبب ہیں۔

Reg: CPL -01
Website:www.toheedia.net